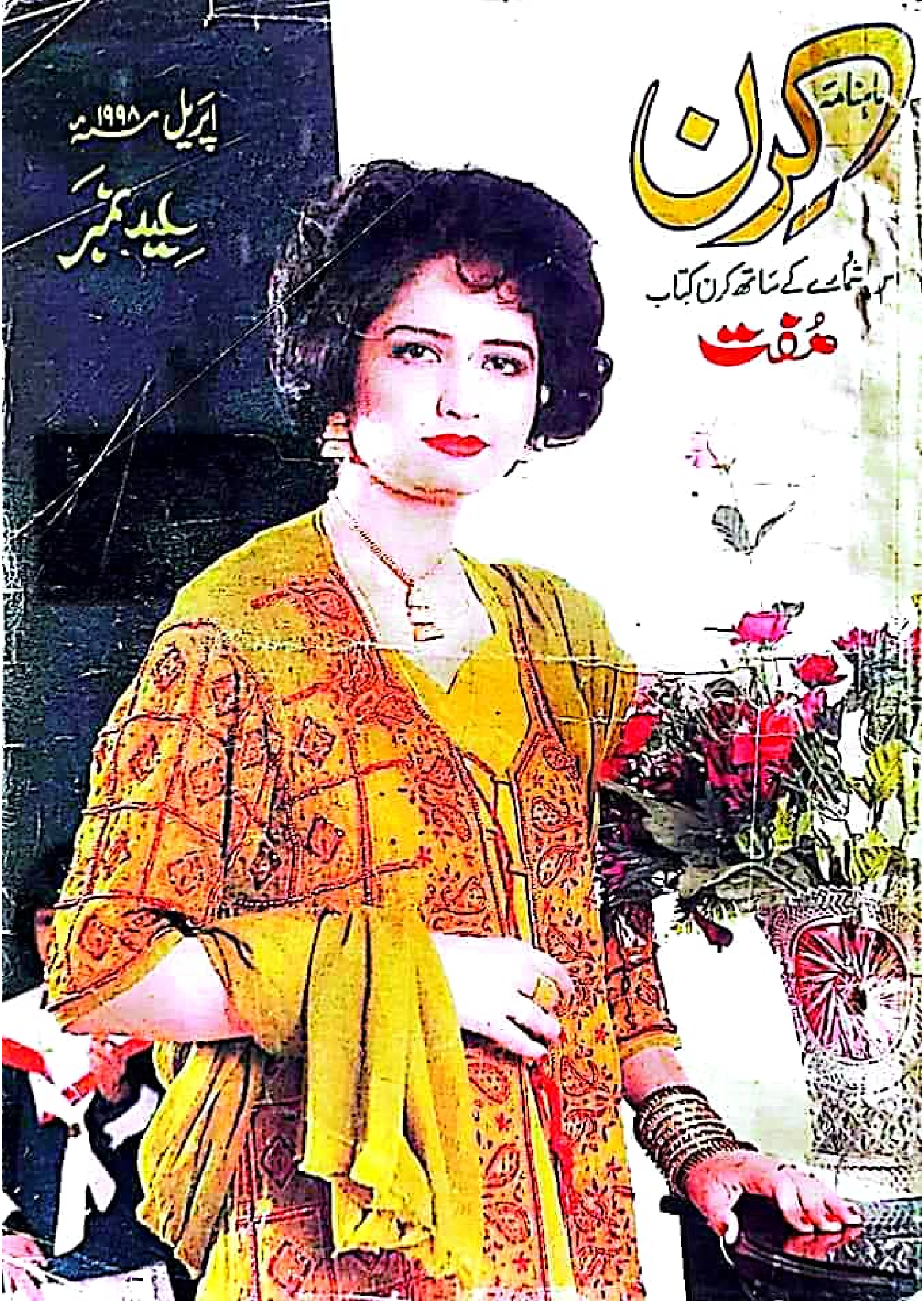
ماہنامہ
کرن
اپریل ۱۹۹۸ء
عید نمبر
اس شمارے کے ساتھ کرن کتاب
مفت

CamScanner

KSK Novels

مکمل ناول

فریدہ کنول ندیم

اندھیروں سے لکھے نصیب

digest novels l[redacted]s group ❤❤

"واہ بڑی تاب ہے تجھ میں اتنی زور کی آندھی میں بھی جلے ہی چلی جا رہی ہے۔" اس نے شمع دان میں لگی اکلوتی موم بتی کو دیکھ کر سوچا جو تیز ہوا کے جھکڑ میں زندگی اور موت سے لڑ رہی تھی شاید کسی آسرے کی تلاش کو رو رہی تھی۔

"اونہوں! بھول جا اب تجھے کوئی بچانے آئے گا۔"

وہ بغور اسی موم بتی کو دیکھ رہی تھی۔ اس بار با آواز بلند بولی۔

"کیا کہا؟ تیرا پروانہ 'ہائے۔۔۔ کیا تو جانتی ہے اس میں اتنی طاقت ضرور ہوگی جو تجھے زمانے کی تند و تیز ہواؤں سے بچانے آئے گا' ارے وہ یا تو وہیں کہیں مر کھپ جائے گا یا پھر یہیں جل جائے گا۔"

"کس سے باتیں کر رہی ہے مشعل۔"

ماں جی کی آواز پر وہ چونکی پیلا گوٹے کناری والا آنچل سر پر ڈالا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماں جی دروازے کے فریم میں ایستادہ تھیں۔

"و۔۔۔ وہ۔۔۔ ماں جی! مہمان آگئے کیا؟"

"ہاں! مگر یہ جی آئے تب نا منحوس ماری کب سے گئی اب تک آئی ہی نہیں یہاں رسم میں دیر ہو رہی ہے۔ تو یہاں کھڑکیاں کھولے کیوں بیٹھی ہے۔ ہوا کتنی تیز اور سرد ہے لگتا ہے آندھی کے آثار ہیں۔ کھڑکیاں بند کر اور باہر برآمدے میں آجا۔"

"وہاں سب عورتیں ہوں گی ماں جی! مجھے شرم آتی ہے۔"

وہ ذرا سپٹا کر بولی۔ تو ماں جی نے کہا۔

"اچھا تو پھر میں تیری سہیلیوں کو یہیں بھیجتی ہوں۔"

وہ چلی گئیں تو مشعل نے کھڑکیاں بند کر دیں۔ پردے درست کیے اس کی سہیلیاں کمرے میں کھلکھلاتی ہوئی داخل ہوئیں اور اسی وقت لائٹ آگئی تو مشعل نے تھکی تھکی پژمردہ سی موم بتی پھونک مار کر بجھا دی۔

"او ہو شالی! تو تو بڑی جچ رہی ہے اس پیلے والے جوڑے میں۔" مشعل کی بات پر شالی شرما کر مسکرائی اور ذرا ناز سے بولی۔

"میری اماں نے سی کر دیا ہے۔"

"سچ بہت اچھا ہے۔"

"اور میرا جوڑا کیسا ہے شہری لڑکیوں جیسی دکھتی ہوں کہ نہیں؟"

"ارے واہ! بہت اچھا ہے یہ تو رنگ بھی پکا پھول بھی چھوٹے چھوٹے بنے ہیں۔ کہاں سے لیا؟"

وہ اسی طرح سب کی تعریفیں کرتی رہی جواب میں سہیلیوں نے بھی اس کی تعریف کی۔

"جب تو پیلے جوڑے میں ایسی سندر لگ رہی ہے تو شادی والے دن کیسی لگے گی؟"

"سنا ہے حبیب سائیں کے گھر والوں نے مشعل کے لیے خاص طور پر کراچی سے جوڑا منگوایا ہے۔"

"ہاں! میں نے اتفاق سے دیکھا بھی تھا قمیص تو قمیص شلوار کے بھی پائنچے پر کڑھائی کی ہوئی ہے لال سرخ دوپٹہ پر سنہری ستارے اور موتیاں بہت ہی خوب صورت کپڑے ہیں۔ مشعل پہنے گی تو دنیا دیکھے گی۔"

مشعل شالی کی بات پر دھیرے سے مسکرا دی منہ سے کچھ نہ بولی۔

کچھ ہی دیر بعد ماں جی چلی آئیں رسم شروع کرائی

تھی۔ سہیلیاں دونوں جانب سے مشعل کو تھام کر برآمدے میں لگی مسند پر لے گئیں۔ مشعل کے چہرے کو گھونگھٹ نے چھپایا ہوا تھا۔ اس کے میکے اور سسرالی خواتین نے مل کر اپنی مخصوص رسومات ادا کیں۔ لڑکیاں ڈھولک پر گیت گا رہی تھیں۔ ایسے میں کوئی منہ پھٹ من چلی بولی۔

"ارے وہ گانا گاؤ آج تو تم لوگ۔"

"کون سا۔" کسی لڑکی کے پوچھنے پر وہ صاحبہ کھلکھلا ئیں اور پھراپنی بھونڈی آواز سے سر نکالنے کی ناکام کوشش کرنے لگیں۔

"ارے بالم چھوٹو سو' ہائے بالم چھوٹو سو
ساری رات دھمیلا الٹھو ل رے۔"
بالم چھوٹا سا' ہائے بالم چھوٹا سا ساری رات تھپکتی رہتی ہوں۔

digest Novels lovers group

CamScanner

لڑکیاں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں۔

مشعل کو لگا جیسے کوئی جلتا ہوا تیر اس کے سینے میں آن لگا ہو' سماعتوں میں ساتی جیسی کی آواز پگھلا ہوا سیسہ محسوس ہوئی۔ محترمہ نے شوشا چھوڑا تو لڑکیاں وہی گانے لگیں مگر وہ صاحبہ اب کسی اور سے گفتگو میں محو تھیں۔ مشعل سے بہت زیادہ دور نہیں تھیں اس لیے اس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"سیف تو اتنا ذرا سا ہے۔ اس کا تو منہ بھی شاید اس کی ماں دھلاتی ہو گی اور مشعل کو دیکھو کیسی شعلہ جوان ہے۔ بھلا جوڑ ہے۔ ذات برادری کا معاملہ ہوتا ہی ٹیڑھا ہے۔ جائداد کا بٹوارہ نہ ہو اس لیے بھائیوں نے یہ رشتہ کر ڈالا مگر یہ مشعل کے ساتھ برا ہوا۔"

"ایسا تو ہمارے گاؤں برادری میں ہوتا ہی آیا ہے' کون سی انوکھی ہے۔" گفتگو میں شریک عورت نے جواب دیا۔

"ہاں ہوتا تو آیا ہے مگر تو یہ ہی بھلی کوئی لڑکی سکھی نہیں رہی۔" مشعل کا دل لرز رہا تھا۔ لڑکیاں مزے لے لے کر گا رہی تھیں۔

دھمکایا ڈر جاوے وہ تو۔

بچکارا سو جائے ہے۔

مشعل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جتنی خود کو بے بس اس وقت محسوس کر رہی تھی اتنی تو اس وقت بھی نہیں تھی جب بابا نے اس سے تحکمانہ انداز میں کہا تھا۔

"ہم تمہاری شادی حبیب بھاجی کے لڑکے سیف سے کر رہے ہیں گو کہ وہ عمر میں تم سے چھوٹا ہے مگر تم وہاں دوسری جگہ کے مقابلے میں زیادہ خوش رہو گی۔ دیکھا بھالا گھر ہے۔ اپنوں سے بڑھ کر بھلا کون نباہ سکتا ہے۔ تایا اور باپ میں بھلا کیا فرق ہو سکتا ہے۔ اپنی تایا کو ہی دیکھ لو وہ وہاں کتنی خوش ہے۔ یعنی تمہاری جٹھانی بھی تمہاری سگی بہن ہی ہو گی۔ تم وہاں خوش رہو گی۔ کون سا سیف ساری عمر بچہ ہی رہے گا آخر کو بڑا ہونا ہی ہے آٹھ' نو برس کا تو ہے ہی چار پانچ سال میں تم سے بھی لمبا ہو جائے گا۔ ویسے بھی ہمارے یہاں ایسا ہوتا آیا ہے۔"

وہ بن کہاں رہی تھی حیرت سے اپنی ماں کا چہرہ تک رہی تھی' جو عاجزی کی تصویر بنی کھڑی تھی۔ بابا کے جانے کے بعد ماں جی نے بس اتنا ہی کہا تھا۔

"اگر تیری شادی سیف سے نہ کریں تو تو ساری عمر کنواری ہی رہ جائے گی۔ لڑکی کو جوانی کے بعد گھر بٹھائے رکھیں تو ماں باپ پر گناہ چڑھتا ہے۔"

مشعل کیا کہتی چپ رہ گئی کہ یہاں دستور نہیں تھا۔ لڑکیاں اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ بھی نہیں بول سکتی تھیں۔ ورنہ گستاخ' خود سر گردانی جاتیں اور بزرگوں کی نظروں سے گر جاتی تھیں۔

رسم ختم ہو چکی تو مشعل کو واپس اپنے کمرے میں لایا گیا۔ وہ اداسی سے ایک سمت بیٹھ رہی۔ سب نے اس کی دلی کیفیت کو نہ سمجھا اس کی افسردگی کو رخصتی کی وجہ سے خاص اہمیت نہ دی مگر "اداشاد میر" جانتے تھے کہ مشعل نے والدین کے فیصلے پر سر تو جھکا دیا ہے مگر وہ دلی طور پر خوش نہیں ہے۔ خود وہ بھی اپنی سب سے چھوٹی اور معصوم سی بہن کو کم عمر سیف سے بیاہنا نہیں چاہتے تھے مگر خاندانی روایات اور والدین کے حکم نے ان کے مضبوط پیروں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں۔ دبے لفظوں میں شکوے کے سوا وہ اور کچھ نہ کر سکے اپنی لاڈلی سمجھدار بہن کی کیفیت سے زیادہ اپنے دل میں رنج محسوس کرتے ہوئے وہ آگے بڑھے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

اسی اثناء میں سلیمان اس کے سسرال سے آئے مٹھائی کے ٹوکرے لے کر اندر آیا اور ایک قطار میں رکھنے لگا۔ ورندیدہ نگاہ اداسی کا مرقع بنی مشعل پر ڈالی اور دل پیچ کر رہ گیا۔ اس نے ہمیشہ اپنی کم مایہ نگاہوں سے مشعل کے سپنے دیکھے تھے۔ جب سے اس کی شادی کے ہنگامے جاگے تھے سلیمان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں مگر ایک تو وہ یہاں کے پرانے ملازم رب نواز کا بیٹا تھا دوسرے ذات برادری کا نہ تھا۔ گو کہ سلیمان کی شخصیت ان تمام ملازمین سے ممتاز تھی جو کہ ان پڑھ اور مالکوں کے آگے دم ہلانے والے تھے مگر وہ پڑھا لکھا اور باشعور ہونے کے باوجود مشعل کا ہاتھ نہیں مانگ سکتا تھا۔

مشعل سلیمان کے دل کے جذبات سے ناآشنا تھی اگر آشنا ہوتی بھی تو کیا کر سکتی اسے تو محض بزرگوں کی مرضی مقدم تھی۔ کبھی کبھار سلیمان کا اچانک سامنا ہو جاتا تھا کیونکہ اس کا زیادہ وقت اداشاہ میر کے ہمراہ گزرتا تھا۔ اور وہ دل ہی دل میں اس کی وجاہت و ذہانت کو سراہتی بھی تھی مگر اس کے من میں سلیمان کے لیے کبھی کوئی اور گوشہ بیدار نہ ہو سکا تھا اور نہ اسے سلیمان کی خاص پروا ہی تھی۔ اس کی نظروں میں سلیمان کی حیثیت ملازمین کی سی نہ تھی۔ وہ تو کم سے کمتر کو بھی محبت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ کبھی کوئی مغرورانہ بات اس کے دماغ میں نہیں آئی تھی۔ اسی لیے اسے تمام ملازمائیں چاہتی تھیں اور ملازمین اس کی عزت کرتے تھے۔

ایک ایک کر کے قریبی علاقوں میں رہنے والے مہمان تو گھروں کو لوٹ گئے۔ دور پرے رہنے والے یہیں ٹھہرے رہے۔ ماں جی ملازماؤں کے ہمراہ سب کے سونے کا بندوبست کر رہی تھیں۔ مشعل تھک چکی تھی۔ چنانچہ خاموشی سے پلنگ پر جا لیٹی اور آنکھیں موند لیں۔ مگر نیند کس کافر کو آ رہی تھی اور آتی بھی کیسے اس کا مستقبل سولی پر لٹکا تھا اور کسی بھی وقت اسے پھانسی دی جانے والی تھی۔ پھر وہ بے روح ہو جاتی.... ایک چلتی پھرتی نعش بن کر زندگی گزار دیتی۔

"ایسا کیوں سوچتی ہے مشعل! کیا زندگی صرف اچھی ازدواجی زندگی کا نام ہے تیرے پاس اور سب کچھ ہے۔ دھن' دولت' ماں باپ' بہن بھائی وہاں بھی سب تجھ سے پیار کرتے ہی ہوں گے پھر صرف ایک غم کو ذات سے لگا کر خود کو مایوسیوں کے دلدل میں دھکیل دینے سے فائدہ۔"

وہ خود کو سمجھانے لگی مگر نیند پھر بھی نہیں آ رہی تھی مسلسل شش و پنج کا عالم تھا۔

"ایک غم؟.... غم خواہ ایک ہو یا لاکھ' غم تو غم ہوتے ہیں۔ جنہیں محسوس کرنے سے روح سلگتی ہے۔ انسان بھسم ہو جاتا ہے۔ زندگی بھر کے ساتھی سے ساتھ کی آس نہ بندھے تو ایسی زندگی جینے سے حاصل؟" اس کی آنکھیں جھر جھر بہنے لگیں' اور سانسیں ہلکی ہلکی سسکیوں کی صورت ادا ہونے لگیں۔

یونہی شب تمام ہوئی.... پھر اگلی ایک اور شب ختم ہو گئی جب کہ وہ نئی خوابگاہ میں سجے سنورے وجود کے ہمراہ موجود تھی۔ سارا جہاں اسے سراہ رہا تھا مگر یہ روپ جس کے لیے سجا ہے کیا وہ سراہے گا؟ ایک پھیکی مسکان اس سوال کے جواب میں اس کے لبوں کو چھو گئی۔

وہ کیا سراہے گا جو نکاح کے عین وقت پر ایک بچے کے ہاتھ میں پکڑا کھلونا دیکھ کر مچل اٹھا۔

"بابا سائیں ہم کو بھی ایسی چابی والی گاڑی چاہیے۔"

"ہاں بیٹا! تم پہلے ہاں کر دو۔ انگوٹھا لگا دو پھر تم کو بھی ایسی اور اس جیسی بہت سی گاڑیاں دلوائیں گے۔"

اس نے بہلاوے میں آ کر مولوی کی سمت دیکھا۔

"مولوی صاحب ہم کو ادی مشعل قبول ہے۔"

حاضرین محفل کا قہقہہ بلند ہو گیا۔ کسی طرح نکاح ہو ہی گیا یہ تمام گفتگو اس نے کچھ خواتین کی چہ مگوئیاں سے اور زیادہ اداشاہ میر کے غصے کے ذریعے سنی جو ماں جی کو تپے ہوئے لہجے میں بتا رہے تھے کہ اس طرح کی بے جوڑ شادیوں میں لوگ مذاق بھی اڑاتے ہیں اس سے تو اچھا ہوتا کہ مشعل ہمیشہ یہاں بیٹھی رہتی۔ ہم پر اس کی دو روٹیاں بھاری تو نہیں تھی۔

دروازے کی آواز نے اس کے خیالات کا سلسلہ توڑا۔ دوپٹے کے پار اس نے اپنی ساس اور ان کے عقب میں شرماتے ہوئے آتے سیف کو دیکھا جو سنہری شیروانی میں سر پر پگڑی باندھے بڑا معصوم اور خوب صورت لگ رہا تھا۔ وہ پہلے ہی کافی خوب صورت اور خوش مزاج تھا اوپر سے اس کے لباس نے اس کو چار چاند لگا دیے تھے۔

"سیفی! یہ تمہاری دلہن ہے جانتے ہو ناں۔"

رضیہ بانو نے اپنے ساڑھے سات سالہ بیٹے کو آگاہ کیا تو وہ اثبات میں گردن ہلانے لگا۔

"آج سے یہ تمہارے کمرے میں رہے گی اور میں وہاں بیٹھک کے ساتھ والے کمرے میں رہوں گی۔"

"اماں ہمیں ڈر لگا تو؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"تو مشعل ہے ناں تمہارے پاس۔"

"مشعل؟ آپ تو کہہ رہی تھیں یہ دلہن ہے۔"

"مشعل ہی تو تمہاری دلہن ہے اور سنو اب تم اسے آپی مت کہنا۔"

"پھر کیا کہوں؟" اس نے فوراً پوچھا تو اماں مسکرا دی۔

"یہ بات اور باقی باتیں تم اپنی دلہن سے پوچھو میں جاؤں؟"

بیٹے سے اجازت طلب کر کے وہ چلی گئیں سیف نے والدہ کی ہدایت کے مطابق دروازہ بند کیا اور آکر بتانے لگا۔

"اگر دروازہ کھلا ہو تو بلی اندر آجاتی ہے۔ ہم کو بلی سے ڈر تو نہیں لگتا مگر آپ تو ڈر رہی ہوں گی۔" مشعل کا گھونگھٹ تو ہنوز موجود تھا مگر اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

"آپ یہ دوپٹہ تو ہٹائیں تاکہ ہم دیکھیں آپ دلہن بن کر کیسی لگ رہی ہیں؟"

"یہ تو آپ خود ہٹائیں گے کیونکہ دیکھیے میرے ہاتھوں میں مہندی لگی ہے۔" وہ اس کی معصوم گفتگو سے نہ جانے کیوں آزردہ ہونے کے بجائے بہل سی گئی۔

"یہ کوئی کپڑوں کو تھوڑی لگے گی یہ تو لال ہو چکی ہے۔" اس نے مشعل کے ہاتھ پکڑ کر ذرا مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ اور پھر آگے بڑھ کر دوپٹہ چہرے سے اوپر کیا۔

"سبحان اللہ۔" ذرا سی آنکھیں میچ کر اس نے جذبات سے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ایک انگوٹھی تھی جو اس نے مشعل کی انگلیوں میں پہنائی۔

"یہ آپ کا تحفہ ہے پسند آیا۔" مشعل اس کے انداز پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

"یہ سب آپ کو کس نے سکھایا۔"

"روشن بھائی نے۔" اس نے اپنے خالہ زاد کا نام لیا جو عمر میں بہت زیادہ بڑے نہیں تھے مگر جوان ضرور تھے۔

"اور یہ انگوٹھی اماں نے دی تھی۔" اس نے مزید بتایا وہ ذرا سا مسکرا دی۔

"آپ کے پاس اتنی ساری انگوٹھیاں تو ہیں پھر اماں نے یہ کیوں دے دی؟"

"وہ سب تو خراب ہیں یہ اچھی ہے۔"

"اچھا؟ ہمیں تو انگوٹھیاں اچھی نہیں لگتیں ارے ہاں آپ تو لڑکی ہیں ہمارے پاس بہت سارے کھلونے ہیں اگر آپ کہیں گی تو آپ کو ضرور دکھائیں گے.... مگر ابھی نہیں ابھی تو ہم کو نیند آرہی ہے۔"

"تو پھر آپ سو جایئے۔"

"مگر کہاں؟" وہ سوچنے لگا۔

"یہاں تو خوامخواہ اتنے سارے پھول لگا دیے ہیں ان لوگوں نے ایسے کس طرح نیند آئے گی؟"

"ہٹادوں اسے۔"

"نہیں شاید اماں اور بابا سائیں خفا ہو جائیں گے۔ آپ یہ بستر صحیح کرلیں پتیاں صاف کریں۔" اس نے جیسے حکم دیا اور مشعل فوراً بجالائی... پھر سیف بستر پر لیٹ گیا۔ مشعل کی کمر بھی اکڑ چکی تھی۔ مقابل انتہائی نا سمجھ تھا وہ شرمانے کی فارمیلٹی کیا ہی نبھاتی۔ دوپٹہ ایک سمت رکھا الماری سے سادہ سا جوڑا نکالا اور باتھ روم میں گھس گئی۔ واپس آئی تو سیف سونے کی کوشش میں مصروف تھا۔ وہ بھی لیٹ گئی اور آنکھیں موند لیں۔

جب تک نکاح نہیں ہوا تھا۔ جذبات میں انتہائی ہلچل مچی ہوئی تھی لگتا تھا دل میں آنسوؤں کا سمندر موجزن ہے مگر جوں ہی یہ مرحلہ طے ہوا تو لگا اس کا مقدر یہی تھا مگر کوئی خلش تھی جو دروں دل محسوس تو ہو رہی تھی لیکن وہ سمندر اب سرد ترین ہو کر جم چکا تھا۔ ارمانوں کی دنیا میں برف سی جم گئی۔ یوں جیسے اب اسے کوئی خواہش کوئی حسرت ہی نہیں ہے سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے۔ وہ خود سے کچھ بھی سوچنے کے لیے معذور ہے۔

سویرے لوگ نئی نئی دلہن دیکھنے کے شوق میں

آرہے تھے۔ اور وہ پتھر کے مجسمے کی طرح بیٹھی تھی۔ لوگ اس پر تبصرے کر رہے تھے' اس کی اور سیف کی عمروں کے تضاد پر نکتہ چینی بھی کی جا رہی تھی۔ کچھ کو افسوس تھا' کچھ کو اس موضوع پر گفتگو کر کے لطف آرہا تھا۔ وہ سب کچھ سن رہی تھی مگر اسے لگا وہ اچانک بہت مضبوط ہو گئی ہے یا پھر وہ شعوری طور پر اتنی مضبوط ہو چکی ہے کہ اس نے سب کچھ سن کر بھی برداشت کر لیا۔ یہ تو اب ساری عمر کی داستان ہے اور اپنی ہی داستان سے کیا آنکھ چرانا.... لوگ تو کہیں گے لوگوں کا کام ہی یہی ہے۔

اسے خود سے زیادہ سیف پر رحم آرہا تھا اسے تو خبر ہی نہیں کہ انجانے میں اسے کس بندھن میں جکڑ دیا گیا ہے۔ وہ تو لوگوں کی توجہ کا مرکز اپنے آپ کو محسوس کر کے فی الوقت بڑا نازاں تھا۔ سب لوگ اسے پیار کر رہے تھے۔ ہار پھول پہنا رہے تھے۔ نئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ مٹھائیاں کھلائی جا رہی تھیں۔ شاید کوئی اور بچہ ہوتا تو وہ الجھن محسوس کرتا مگر وہ ابتدا ہی سے خوش مزاج تھا۔ اپنے ہم عمروں کے درمیان بیٹھا اپنی دلہن کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔ آخر بچہ ہی تو تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ شادی کیا شے ہے اس کے نزدیک سہرا باندھ کر گھوڑے پر سوار دلہن گھر لے آنے کا نام شادی تھا۔

اگلے کئی روز تک وہ اسی طرح دلہناپے میں بیٹھی رہی۔ سیف کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اس کے پاس سے اٹھ کر کہیں جائے ہی نہیں۔ مگر اماں سمجھاتی تھیں لوگ اس طرح دن دہاڑے نئی نویلی دلہن کے پاس دولہا کو بیٹھے دیکھ کر اچھا نہیں سمجھتے۔ تو وہ جھنجلا جاتا۔

"لوگوں کا کیا کرنا ہے اماں' آپ لوگ تو کہہ رہے تھے دلہن ہمارے لیے آئی ہے پھر؟"

"تمہارے ہی تو لیے آئی ہے۔" اماں اسے سمجھاتیں۔

"تمہارے لیے کھانا بنائے گی تمہارے کپڑے دھوئے گی' استری کرے گی' بال سنوارے گی۔"

"نہلائے گی تو نہیں ناں' ہمیں شرم آئے گی؟"

اماں ہنس پڑتیں' قریب ہی بیٹھی مشعل شرما بھی نہ پاتی جانتی ہی تھی کہ بچہ ہے ایسی باتیں کوئی خاص انوکھی تو نہیں وہ اکثر و بیشتر لڑکیوں کے منہ سے مجازی خداؤں کی داستانیں سنتی ہی آئی تھی۔

"اب تم بڑے ہو گئے ہو' شادی بھی ہو گئی ہے تو خود کپڑے پہنا کرو نہایا کرو۔"

"ہم سے کمر پر صابن نہیں لگتا ہے ناں۔"

"اچھا بابا تم فضول باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کل سے اسکول جانا ہے کہ نہیں؟"

"شادی کے بعد اسکول تھوڑا ہی جاتے ہیں۔"

یہ بات جانے کس نے اس سے کہی تھی کہ ذہن پر سوار ہو گئی۔ بڑا واویلا مچایا گیا سیفی صاحب کس طرح بھی اسکول جانے کے لیے تیار نہ تھے کہنا یہ تھا کہ شادی کے بعد زمینوں پر جانے کے لیے تو تیار ہیں مگر اسکول نہیں جائیں گے اس بات کو لے کر منہ بنا لیا۔ شام کا کھانا بھی گول کر دیا۔ کسی کی بھی نہ سننے کی تو جیسے قسم کھالی تھی۔

رات جب وہ منہ بنائے سونے کے لیے آیا تو مشعل نے ہی ذکر چھیڑا۔

"میں نے سنا ہے آپ کل سے اسکول نہ جانے کی ضد کر رہے ہیں۔"

"آپ نے ٹھیک سنا ہم اسکول کیوں جائیں' ہماری شادی ہو چکی ہے۔ ہمارے دوستوں نے کہا کہ اب تم اسکول نہیں جایا کرو' اور ایسا ہی تو ہوتا ہے۔ شادی کے بعد زمینوں پر جاتے ہیں۔ کام کر کے پیسے کماتے ہیں۔"

"یہ تم سے.... آپ سے کس نے کہا کہ شادی کے بعد صرف اور صرف زمینوں پر جاتے ہیں۔"

"ارا روشن نے۔"

"اور کیا کیا کہا۔"

وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی یہ روشن کا بچہ اسے ہر الٹی سیدھی بات سکھاتا رہتا ہے۔ کل رات بھی اس بے وقوف نے بڑی الٹی سیدھی فرمائش کی تھی۔ بڑی مشکلوں سے اسے سمجھایا تھا۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ کل کلاں کو تمہارے بچے

ہوں گے تو کیا انہیں کتابیں کھلاؤ گے۔"

مشعل حیرانی سے آنکھیں پھیلا کر رہ گئی۔

"آپ جانتے ہیں آپ خود ابھی بچے ہیں؟"

"ہاں جانتے ہیں نعمان چاچا کہہ رہے تھے خوامخواہ بچے کی شادی کروا دی۔"

"کیا آپ کو میں اچھی لگتی ہوں۔"

"جی۔"

"آپ چاہتے ہیں میں آپ سے خفا نہ ہوں۔"

"جی ہاں۔"

"تو آپ کل سے اسکول جائیں گے۔ کیونکہ ہمارے یہاں شادی کے بعد بھی اسکول جاتے ہیں۔ اداشاہ میر بھی تو شادی کے بعد پڑھنے جاتے تھے۔ اور وہ کشتی والے سلیمان صاحب وہ بھی تو کتنے بڑے ہیں آپ کو اچھے لگتے ہیں ناں' وہ کتنا سارا پڑھ چکے ہیں جبھی تو کتنے باوقار ہیں۔"

اسے مشعل کی بات کچھ کچھ پلے پڑ رہی تھی۔ مشعل بہت دیر تک بہت ساری مثالیں دے دے کر اسے سمجھاتی رہی۔

"دیکھیں نعمان چاچا کی بھی تو شادی ہو گئی ان کے کون سے بچے ہیں وہ تو آپ سے بھی بہت بڑے ہیں تو پھر آپ کو کیوں بچوں کی فکر ستانے لگی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ہمیشہ یہاں رہوں آپ کے پاس تو آپ کل سے اسکول بھی جائیں گے اور روشن بھائی سے ہرگز بات نہیں کریں گے۔ وہ آپ کو غلط سلط باتیں سکھاتے ہیں۔ آپ تو بہت اچھے اور سمجھدار ہیں ناں۔"

سیف کی عقل میں مشعل کی بات سما گئی اور وہ اگلے دن اسکول جانے کے لیے بخوشی تیار ہو گیا۔

*_*_*

آج کل ہر شام علاقے کے قریبی لوگ اور قریبی رشتہ داروں کے گھر میں مشعل اور سیف کی شادی کی دعوتوں کا سلسلہ چلا ہوا تھا۔ مشعل کا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ وہ کہیں بھی جائے مگر ناچار جانا ہی پڑتا تھا' سیف ہر روز کی دعوت سے اکتا گیا تھا۔

رب نواز چونکہ شاہ میر ادا کا پرانا ملازم تھا۔ اس لیے اس کے گھر والوں سے بھی ان لوگوں کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ وہ دلی طور پر مشعل کو بٹی مانتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ مشعل اس کی دعوت قبول کر لے۔ لہٰذا وہ شاہ میر کے پیچھے پڑ گیا کہ وہ اس کا پیغام مشعل کو دے دے شاہ میر ادا کا کہنا یہ تھا کہ "دعوت دے لا قبول کرنا نہ کرنا مشعل اور اس کے گھر والوں کی ذمہ داری ہے۔ اور مشعل ایسی ہے ہی نہیں جو کسی کی پرخلوص محبت کو ٹھکرا جائے۔ وہ لڑکی تو بنی ہی خلوص کی چاشنی اور محبت کے خمیر سے ہے۔" اداشاہ میر نے اتنا کہا کہ ان کے ہمراہ خود مشعل نے سسرال چلنے کی ہامی بھر لی۔

رب نواز نے کہا۔

"آجاؤ مشعل' دراصل سلیمان ہی مجھے یہاں لایا ہے۔"

"خیریت؟"

مشعل نے چند قدم آگے بڑھائے سلیمان جو جذب کے عالم میں ٹکٹکی باندھے گلابی لباس میں گم رنگ نگاہوں والی مشعل کو تک رہا تھا اس کے استفسار پر چونکا اور نگاہ جھکالی۔ مشعل نے اسی اثناء میں سر پر زرتار دوپٹے کا پلو ڈالا اور سلیمان نے مدعا پیش کر دیا۔

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے اب تو میں ساری دعوتوں سے فارغ بھی ہو چکی ہوں آپ جس دن بھی کہیں گے ہم حاضر ہو جائیں گے۔"

وہ مسکرا کر خلوص میں ڈوبے لہجے میں گویا ہوئی۔ اس کا یہی پرخلوص انداز ہی تو سلیمان کی دلی کشش کا سبب تھا۔ ایسی سمجھدار' سوبنی تو سارے گوٹھ میں نہیں تھی۔

"آپ جس دن آسانی سے آسکیں بتا دیجیے۔"

وہ نظریں ملائے بغیر بولا۔

"اوں..... جمعہ ٹھیک رہے گا؟" اداشاہ میر نے پرسوچ انداز میں کہتے ہوئے رائے مانگی۔

"جمعہ کو تو سارے مرد حضرات گھر میں ہوتے ہیں اس دن گھر میں رہنا اچھا لگتا ہے ہم اسی جمعرات کی شام کو آجائیں گے۔ ہم سے مرادیں اور وہ۔"

وہ یہ کہتے ہوئے ذرا سی ہچکچائی جسے اداشاہ میر اور

سلیمان نے بخوبی محسوس کیا۔

"دعوت تو سارے گھر کی ہے۔ جو بھی آنا چاہے۔ ہمیں تو خوشی ہی ہوگی۔" سلیمان نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا بہن جی! اب ہمیں چلنا ہوگا یہاں سے برابر والے گوٹھ جانا ہے۔ تمہیں تو معلوم ہی ہوگا میلہ لگا ہوا ہے۔ بچوں کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔" ادا نے "فوراً" ہی جانے کی ٹھانی۔

"اوہ! آپ لوگوں نے کچھ کھایا پیا تو نہیں۔ یوں ہی بیٹھے ہیں مجھ بی بی۔ مجھ بی بی۔" وہ جلدی سے بولی۔

"کسی تکلیف کی ضرورت نہیں ہم ذرا جلدی میں ہیں۔"

انہوں نے معذرت کی۔

"بس ذرا دیر کی بات ہے مجھ بی بی بہت مزے دار چائے بناتی ہیں۔ اور تھوڑی دیر ٹھہرنے کی زحمت کرنی ہی پڑے گی۔ وہ کب سے ضد کر رہے ہیں میلے میں جانے کی مگر کوئی لے جانے والا ہے ہی نہیں۔ میں بس ابھی بلاتی ہوں غصے میں کھانا کھائے بغیر ہی سو گئے ہیں۔"

یہ کہتی ہوئی وہ اندر کی سمت مڑ گئی۔ جب اسے پتا چلا کہ اسے میلہ دکھانے لے جایا جا رہا ہے تو وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا۔ فٹافٹ تیاری بھی کرلی۔ جب وہ لوگ بیٹھک میں آئے تو ادا وغیرہ چائے پی کر فارغ بیٹھے تھے۔

اب سیف صاحب بضد تھے کہ بی بی مشعل بھی ان کے ہمراہ چلے ادا شاہ میر اور مشعل کی ساس نے کہا بھی کہ وہ بھی چلی جائے۔

"میں جا کر کیا کروں گی وہاں تو سب کچھ بچوں کے مطلب کا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"آپ جایئے ناں کیوں خوامخواہ مجھے گھسیٹ رہے ہیں۔" اس نے سیف سے کہا۔

"ہم بھی تو جا رہے ہیں۔ کیا ہم بچے ہیں؟ ادا شاہ میر اور سلیمان بھائی بھی تو جا رہے ہیں کیا یہ بچے ہیں؟" سیف نے ضدی انداز میں کہا اس کی بات پر سبھی مسکرا دیئے۔

"بی بی مشعل پلیز۔" وہ مشعل کا بازو زور زور سے ہلاتے ہوئے بولا۔

"چلی جاؤ مشعل کتنی ضد کر رہا ہے سیف' اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔" ساس نے کہا تو وہ ناچار جانے کے لیے راضی ہوگئی۔ سیف بہت خوش تھا اس کی بچگانہ اور معصوم شرارتوں اور ضدوں سے وہ کافی حد تک پریشان سی ہونے لگی تھی' اگر کوئی باہر کا شخص موجود ہوتا تو شرمندہ بھی بہت ہوتی تھی۔

اب بھی میلے میں قدم قدم پر وہ کھسیانے پن کا شکار ہوتی رہی۔ سیف تو تھا ہی بچہ اپنی عمر کے مطابق اپنے ہم عمروں کے ہمراہ مشغول رہا۔ نہ جانے کیوں اسے محسوس ہوا کہ سلیمان کی رحم کرتی نگاہیں اس پر مرکوز ہیں۔ اسے سچ مچ اپنے حال پر رحم آنے لگا۔ سیف ہر معاملے میں اسے اپنے ہمراہ گھسیٹتا تھا۔ اور وہ بارے باندھے اس کا حکم مانتے چلی جاتی وہ نہیں چاہتی تھی کہ سیف کسی بھی بات پر بچوں کی طرح مچل کر رونے لگے اور اسے سبکی اٹھانی پڑے.... گھر واپس پہنچ کر ہی اسے سکون ملا۔

جمعرات کو وہ سر شام سلیمان کے گھر کی دعوت میں جانے کے لیے تیار تھی۔ سیف بڑا خوش تھا اسے سلیمان بھائی بہت پسند تھے۔ پہلے والے روز سے تو وہ ان کا مزید گرویدہ ہوگیا تھا۔

جیسے ہی گاڑی لینے آئی وہ سب سے پہلے جا بیٹھا کسی بھی دعوت میں جاتے وقت ساس صاحب مشعل کو زبردستی خوب کڑھائیوں والا چمکتا دمکتا لباس پہنا دیا کرتی تھیں۔ جس کا اسے قطعی شوق نہیں تھا مگر وہ تو کسی کا دل توڑنا جانتی ہی نہیں تھی۔ اس وقت بھی گہرے سبز رنگ پر سلکی کام والا جوڑا پہنی ہوئی تھی۔ بالوں کی سادہ سی چوٹی اور سونے کے زیورات سمیت وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔

سلیمان دروازے پر ہی بے چینی سے منتظر تھا۔ لاکھ خود کو اپنی اس بے قراری سے باز رکھنا چاہتا تھا مگر دل پر کس کا زور چلتا ہے۔ مشعل پر نگاہ اٹھی تو ایسی ٹھہری کہ پلک تک جھپکنا بھول گیا۔

"یہ روز بروز حسین سے حسین تر ہوتی جا رہی ہے یا میری نگاہ کا دھوکا ہے۔"

وہ اپنے دھڑکتے دل کو سنبھال نہیں پا رہا تھا جبکہ مشعل لاپروائی سے ایک نگاہ اسے دیکھ کر رب نواز کی طرف مسکراتی ہوئی چل دی جو اس کے آگے بچھا جا رہا تھا۔

دعوت کے لیے اس کے شایان شان خاصا اہتمام کیا گیا۔ سلیمان کی ماں اور بہنیں بہت خوش دکھائی دے رہی تھیں۔ سیف جانے کہاں گیا تھا نظر نہیں آیا۔ سلیمان بھی دوبارہ زنان خانے کی طرف آیا ہی نہیں وہ خود پر قابو پانا چاہتا تھا مگر ہر بار پہلے سے بڑھ کر بے تابی ہونے لگتی تھی۔

کھانا کھانے کے بعد بھی وہ دیر تک وہ بیٹھی رہی۔ بالآخر سیف کو بلوا بھیجا اور اجازت چاہی۔

"بس بی بی مشعل! اتنی جلدی چلیں گی؟" سیف نے آتے ہی کہا۔

"جلدی کہاں ہے؟ اتنی تو دیر ہو گئی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ابھی کہاں دیر ہوئی' سلیمان بھائی اتنی اچھی اچھی باتیں بتا رہے تھے' رونق اور چہل پہل ہوتی ہے ہم بھی یہاں آنا چاہتے ہیں روزانہ۔"

"اس کی اجازت تو آپ کو اماں سے لینی پڑے گی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"آپ کہیں گی تو وہ مان جائیں گی.... پلیز بی بی مشعل' سلیمان بھائی تو ہمیں ٹیوشن پڑھانے کے لیے راضی ہیں۔"

وہ بضد تھا۔ سارے راستے وہ یہی بحث کرتا رہا۔ مشعل کا خیال تھا کہ اسے روز روز اتنی دور لے کر آنے جانے کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ گاڑی کا کیا ہے کبھی فارغ ہوتی ہے تو کبھی کسی کے زیر استعمال ہوا کرتی ہے۔ یہی کہنا اماں کا بھی تھا مگر سیف ٹھہرا اسد کا ضدی کھانا پینا چھوڑ کر بیٹھ جانا تو اس کے لیے معمولی بات تھی۔ یہاں اس نے گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔

دوسری جانب چھوٹے چچا نعمان کی گھر والی کی حالت ابتر ہو گئی' اماں کو فوری طور پر انہیں ہسپتال لے کر جانا تھا۔ بابا سائیں اور چچا نے پریشانی میں خواہ مخواہ ہی اس کے ٹیوشن چلے جانے کے لیے ہاں کر ڈالی اور وہ سب کے سب قریبی قصبے کے بڑے ہسپتال روانہ ہو گئے تب کہیں جا کر سیف نے کھانا کھایا اور یہ پریشانی ختم ہوئی مگر مشعل کو چھوٹی چچی کی فکر تھی ان کی حالت خاصی سنجیدہ لگ رہی تھی۔ شادی کے بعد آٹھ سالوں میں اولاد کی آمد بھی اور وہ بہت زیادہ کمزور تھیں۔ یہاں تو گھر ہی میں ڈلیوری کا رواج تھا۔ پرانی سمجھ دار بوا نے ہاتھ کھینچ لیا اور صاف جواب دے دیا تھا کہ اسے کسی ہسپتال لے جائے بغیر چارہ نہیں ہے چنانچہ انہیں انتہائی ناگزیر حالات میں ہسپتال لے جایا گیا تھا۔

رات کے دو بجے کہیں جا کر ملازم حق اللہ لڑکی کی نوید لے کر آیا اس وقت تک مشعل پریشانی سے بڑے کمرے میں ہی ٹہل رہی تھی۔

"چچی کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"ابھی تک تو ہوش نہیں آیا بی بی جی۔"

"اللہ کرے وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں۔ سنو! تم جا کر پھر سے دیکھ کر آؤ جیسے ہی ہوش آئے اطلاع دو۔ ہو سکتا ہے اچانک کسی چیز کے لیے تمہاری ضرورت پڑ جائے۔ میری فکر مت کرنا میرے پاس مائی حنیفہ اور سلطان چاچا ہوں گے۔ باہر مردانے میں چاچا خیر دین بھی موجود ہیں۔"

"اچھا جی۔" وہ یہ کہہ کر اثبات میں گردن ہلاتا ہوا بیرونی دروازے سے نکل گیا۔ وہ ساری شب مشعل نے بہت مشکل سے کاٹی۔ مشعل کسی خبر کی منتظر رہی رات آنکھوں میں کٹی۔ سر شام روز سو جانے والا سیف بڑے اطمینان سے سویرے آٹھ بجے اٹھا۔

"ارے ہمارے اسکول کا ٹائم نکل گیا آپ نے ہمیں جگایا کیوں نہیں" وہ ذرا فکر مند دکھائی دیا۔

"آج کی چھٹی۔" وہ بڑے آرام سے بولی' اور تکیہ ترچھا رکھ کر اٹھ بیٹھی۔

"کیوں؟"

"نعمان چچا کے ہاں بیٹی ہوئی ہے اس خوشی میں۔"

"ہائے سچ۔" وہ اچھل کر بستر سے نکل گیا۔

"کہاں ہے وہ ہم بھی اسے دیکھیں گے۔" وہ بہت

CamScanner

ایکسا ئیٹڈ دکھائی دیا۔

"فی الحال تو وہ یہاں نہیں ہے چھوٹی چچی اسے لینے گئی ہیں بس ابھی آتی ہی ہوں گی۔" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"کب؟" وہ بے تابی سے بولا۔

"بس.... ابھی کچھ دیر کے بعد یا شاید کل، پرسوں۔"

"آپ کو اچھی طرح پتا کرنا چاہیے تھا ناں۔" وہ منہ بنا کر بولا تو مشعل مسکرا دی۔ وہ منہ ہاتھ دھونے چلا گیا۔ ان دونوں نے مل کر ناشتا بھی کر لیا مگر اب تک ہسپتال سے کوئی مزید اطلاع نہیں آئی تھی۔

وہ مائی حنیفہ کے ساتھ مل کر صفائی کروانے لگی سیف باہر جا کر ادھر ادھر بے قراری سے ٹہل رہا تھا کہ ایمبولینس کی آواز پر وہ بھی دوڑ کر بڑے دروازے کی سمت کھلنے والی راہ پہ چلی آئی مین گیٹ سے ایمبولینس اندر کی جانب آتی دکھائی دی اور حویلی کے قریب آکر ٹھہر گئی۔ سب سے پہلے بابا سائیں باہر نکلے پیچھے گھر کی گاڑی سے اماں اتریں۔ نعمان چاچا بھی ایمبولینس میں سے اترے دو افراد نے مل کر اسٹریچر اتارا وہ معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اماں نے ننھے سے وجود کو لا کر اس کی گود میں تھما دیا۔

بچی بہت پیاری تھی اگر تسلی سے اسے دیکھتی تو مشعل بہت پیار کرتی۔ سیف اچھل اچھل کر بچی کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر مشعل چچی کی جانب متوجہ تھی۔ اماں نے رونا شروع کیا اور ساتھ ہی ملازمائیں بھی بین کرنے لگیں۔ آناً "فاناً" گھر ماتم کدہ بن گیا تمام رشتہ داروں کے یہاں اطلاعات پہنچائی جانے لگیں کہ چچی زندگی کی تکالیف سے آزاد ہو کر بہت دور جا چکی ہیں۔

مشعل کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ ننھی سی بچی اپنی ماں سے بچھڑ جانے سے بے خبر تھی مگر کوئی انجانا درد اسے چیخ چیخ کر رونے پر مجبور کر رہا تھا۔ مشعل بڑی پریشانی میں مبتلا تھی اسے بچے سنبھالنے کا قطعی تجربہ نہیں تھا۔ اماں چونکہ چھوٹی چچی کی جیٹھانی کے ساتھ ساتھ سگی بہن بھی تھیں اس لیے انہیں اپنا ہی ہوش نہیں تھا۔ وہ ہی حنیف مائی کی مدد سے بچی کو سنبھالنے میں مگن تھی۔ پھر تو جیسے یہ بچی اس کی ہی ذمہ داری بن گئی۔

نعمان چچا چند منٹوں کے لیے اسے گود میں لے کر پیار کرتے اور چلے جاتے اماں اپنی وہی روایتی سوچ کی وجہ سے بچی سے دور رہتی تھیں کہ اس کے آتے ہی میری بہن چل بسی، بابا سائیں بھی کبھار پیار کر لیتے تمام دن مشعل ہی اس کی دیکھ بھال کرتی۔ اس نے اسے سمن آرا کا نام دیا تھا اور پیار سے سمن کہہ کر بلاتی تھی سیف سب کچھ بھول بھال کر سمن کے آگے پیچھے پھرتا رہتا تھا۔ کئی دن تک تو سیف کو پڑھائی کا ہوش نہ تھا، ہوش آیا تو وہ ٹیوشن کے لیے بھی بضد ہو گیا۔ آخر گھر والوں کو ہار ماننی پڑی۔

*_*_*

موسم ماہ و سال کچھ اس طرح پھرتی سے پر لگا کر اڑے کہ حیرانی سے مشعل دانتوں تلے انگلی داب کر رہ گئی..... نعمان چچا نے دوسری شادی کر لی پہلی بیوی کی اولاد دوسری بیوی کو برداشت نہ تھی سمن مکمل طور پر مشعل کی ذمہ داری تھی، نعمان چچا تو شادی کے فوراً بعد شہر چلے گئے تھے ساتھ ہی ان کی گھر والی بھی، سمن آٹھ برس سے زیادہ کی ہو چکی تھی۔ وہ تو مشعل کو ہی اپنی ماں سمجھتی تھی۔ سیف نے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا تھا اب وہ قریبی قصبے کے کالج میں زیر تعلیم تھا۔ اسے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ سلیمان بھائی کی سنگت نے اس کے اس شوق کو مزید تقویت بخشی۔ ان ہی کی خواہش پر وہ کالج جانے لگا تھا۔

اب وہ پہلے کی طرح ناسمجھ نہیں رہا تھا۔ اپنے اور مشعل کے مابین رشتے کی نزاکت سے آگاہ تھا مگر ذہنی طور پر وہ اسے اپنی بیوی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوا تھا جیسے جیسے بڑا ہوتا چلا گیا وہ مشعل سے جھجکنے لگا تھا حالانکہ وہ اس کا کہنا اب بھی مانتا تھا اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ اسے مشعل بحیثیت انسان اور عورت بہت اچھی لگتی تھی مگر وہ بیوی کے روپ میں اب تک قبول نہ ہوئی تھی۔ اور پھر سلیمان بھائی کی آنکھوں میں چھپی حسرتیں اور مشعل پر نگاہ پڑتے ہی ان کی نظروں

سے چھلکتی محبت بھری چاشنی سے وہ بخوبی آگاہ تھا۔
وہ یہ بھی دیکھتا تھا کہ مشعل کو اس کی قطعی پروا نہیں ہے۔ شاید وہ بھی اب تک یہ جان چکی تھی کہ سلیمان اس سے محبت کرتا ہے مگر وہ مہرلب تھی۔ انجان بننے کی کوشش کرتی تھی وہ اکثر سوچتا۔
"کیا کوئی لڑکی اتنی محبت سے بے خبر رہ سکتی ہے۔ کیا یہ خوشبو اب تک بی بی مشعل تک پہنچی ہی نہیں؟"

نہ جانے کیوں اسے سلیمان بھائی سے کوئی جیلسی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ وہ بحیثیت استاد اس کے لیے بہت شفیق ثابت ہوئے تھے۔ ان کا رویہ بالکل بزرگوں والا تھا۔ انہوں نے اب تک شادی نہیں کی تھی۔ ان کے گھر والے بضد تھے مگر وہ مانتے ہی نہ تھے سیف کا ان کے ہاں کافی آنا جانا تھا اور وہ سب سے بہت زیادہ قریب تھا۔ سلیمان بھائی کی ماں نے اصرار بھی کیا کہ اسے سمجھاؤ مگر سیف نہ مانا۔
آخر وہ ان سے کیا کہتا کیا وہ یہ کہے کہ۔
"آپ میری بیوی کا خیال چھوڑ دیں کیونکہ وہ ایسے بندھن میں بندھ چکی ہے۔ جس سے نکلنا بہت مشکل ہے۔" وہ سوچے چلا جاتا۔
"مشکل کیوں ہے؟" اس نے خود سے دریافت کیا
"میں چاہوں تو انہیں آزاد کر سکتا ہوں۔"
اس کی روح لرز گئی "اف" وہ زیادہ دیر سلیمان بھائی کی والدہ کے پاس بیٹھا نہ رہ سکا۔ باہر نکل رہا تھا کہ سلیمان بھائی نے آلیا۔
"کہاں چلے؟"
"بس ہم ماں جی سے ملنے آئے تھے مل چکے سو چلتے ہیں۔ آپ خیر سے تو ہیں؟" وہ مسکرایا۔
"الحمد للہ۔" انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔
"کیا گھر جا رہے ہو؟"
"سوچا تو یہی ہے۔" دونوں ایک دوسرے کے قریب آچکے تھے معانقے کے لیے ہاتھ ملایا۔
"اس انداز کا مطلب ہے گھر میں فی الحال کوئی خاص ضروری کام نہیں ہے۔"
"ہے بھی اور نہیں بھی، ٹیوشن بنانے کا ارادہ کیا تھا۔" کچھ دیر قبل وہ جس کشمکش میں مبتلا تھا اس سے نکلنے کے لیے اس نے یہی حل ڈھونڈا تھا۔
"آپ بھی تو کہہ رہے تھے اپنے کسی واقف سے ٹیوشن دلوائیں گے۔"
"ہاں! اچھا یاد دلایا میرا ایک شاگرد ہے اس نے آج ہی ٹیوشن دینے کا کہا تھا۔ وہیں جانے کا پروگرام ہے تو لو تو زیادہ اچھا ہو گا۔ گاڑی لائے ہو؟"
"بہت بگڑ گئی ہیں ہماری عادتیں گاڑی کے بغیر کہاں گزارا ہوتا ہے چلیے ابھی چلتے ہیں۔"
"میں ذرا اپنی اماں سے کہہ دوں۔" وہ اندر چلے گئے کچھ دیر کے بعد لوٹے تو چہرے کے تاثرات خطرناک حد تک سنجیدہ تھے۔ فکر مند بھی دکھائی دیتے تھے سیف استفسار کیے بغیر نہ رہ سکا۔
"ماں جی کو کام کاج کرتے دیکھ کر دل دکھتا ہے ایک نوکرانی تک افورڈ نہیں کر سکتا میں، ملتا ہی کیا ہے اسکول کی نوکری میں۔" سلیمان بھائی نے کہا۔
"نوکرانی کی نہیں بہو کی ضرورت ہے ماں جی کو۔۔۔ جب سے آپ کی بہنوں کی شادی ہوئی ہے اس شدید خواہش نے مزید شدت اختیار کر لی ہے۔ آپ شادی کیوں نہیں کرتے۔"
جس بات کو کہنے کے لیے وہ مناسب الفاظ کھوج کھوج کر پریشان ہو رہا تھا یکایک وقت نے خود موقع فراہم کر دیا اور خود بخود کہہ دی گئی۔
"شادی کرنا ضروری تو نہیں؟"
"نہ کرنے کی وجہ؟"
"کوئی وجہ نہیں ہے۔" وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے۔
"وجہ تو ہے۔" وہ کچھ دیر رکا۔
"اور ہم جانتے ہیں۔" کن انکھیوں سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی اس نے ایک ہی لمحے میں محسوس کر لیا کہ سلیمان بھائی چونکے ہیں۔
"کیا ہم مزید کچھ کہیں؟" اس نے عجیب لہجے میں پوچھا۔
"تم بہت چھوٹے ہو ابھی اتنی ہوشیاری نہ دکھاؤ، بھلا تم کیا سمجھو گے؟" وہ فوراً ہی موضوع بدلنا چاہتے

تھے "سامنے والی سڑک کے دائیں جانب موڑ دو یہیں میرا مکان ہے۔" ان کا کہا ماننے کے بجائے ذرا آگے سیف نے گاڑی روک لی۔

"ہم بہت دنوں سے پوچھنا چاہ رہے ہیں سلیمان بھائی۔"

"کیا؟" انہوں نے پہلو بدلا۔

"آپ کو بی بی مشعل اچھی لگتی ہیں؟ آپ ان سے پیار کرتے ہیں۔"

"سیف۔" سلیمان بھائی اچھل ہی تو گئے۔ کیا وہ اتنے کمزور واقع ہوئے ہیں کہ جس سے پوشیدہ رکھنا ضروری تھا اس پر بھید کھل گیا اور وہ اب تک بے خبر ہے۔

"نہیں، میں اس کے آگے کمزور نہیں پڑنا چاہتا۔ میں نے شادی نہ کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر سیف یہی سمجھتا رہا تو مشعل کی زندگی ہمیشہ کے لیے خراب ہو جائے گی نہیں یہ مزید کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے اور مشعل پر شک کرے۔ جوان خون ہے بے وجہ جوش میں آکر الٹی سیدھی حرکت نہ کر بیٹھے" وہ جانے کیا کچھ سوچ کر رہ گئے۔

"تم گاڑی چلاؤ گے تو ٹھیک ہے ورنہ میں پیدل ہی چلا جاتا ہوں۔ تم کل مجھ سے اسکول آکر نوٹس لے لینا۔"

اس کی بات کا جواب دیے کر وہ گاڑی سے اترنے لگے۔ سیف اتنا کچھ کہہ گیا تھا اب مزید بحث کی ہمت نہیں تھی۔ چپ چاپ مطلوبہ مقام تک گاڑی لے گیا نوٹس لے کر سلیمان بھائی کو ان کے گھر چھوڑا اور خود گھر لوٹ آیا۔

شام کافی زیادہ ہو چکی تھی۔ رات کا کھانا تیار ہو رہا تھا۔ سیف نے کچن کی جانب رخ کیا کہ دیکھ سکے آج کھانے میں کیا بنے گا۔ حنیفہ مائی کے ہمراہ سمن بھی کھڑی تھی اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"میں حنیفہ مائی سے کھانا پکانا سیکھ رہی ہوں۔" وہ جھٹ بولی۔

"اف! تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا کر مرنا ہے کیا؟" اس نے چھیڑا۔

"ہائے اللہ! آپ کے لیے کون بنا رہا ہے..... میں تو بی بی مشعل کے لیے بنا رہی ہوں۔ وہ بہت شوق سے میرے ہاتھ کے بنے ہوئے کھانے کھایا کریں گی جب میں بڑی ہو جاؤں گی تو ہر چیز اپنے ہاتھ سے بنا کر بی بی مشعل کو کھلاؤں گی۔" سیف کی دیکھا دیکھی سمن بھی مشعل کو "بی بی مشعل" کہنے لگی تھی۔

"اتنی لمبی تو ہو گئی ہو دس سال کی عمر میں کوئی اتنا لمبا ہوتا ہے بھلا؟"

"دس کہاں؟ ابھی تو میں بس آٹھ سال کی ہوں۔" وہ فوراً چلائی۔

"اوہو کتنا شوق ہے عمر چھپانے کا..... آٹھ سال کی عمر میں کوئی اتنا چالاک ہو سکتا ہے۔"

"آپ آٹھ سال کی عمر میں شادی کر سکتے ہیں تو کیا میں چالاک بھی نہیں ہو سکتی؟" وہ تو روانی میں کہہ گئی مگر سیف چپ سا ہو گیا۔

"بولتی بند ہو گئی ناں"

وہ کھلکھلائی اور سیف جواب دیے بنا وہاں سے چلا گیا۔ اپنے کمرے میں آکر لیٹا اور مشعل کو آتا دیکھ کر فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ بھی گیا کہ وہی عجیب سی جھجک مانع آ گئی جسے مشعل بخوبی محسوس کرتی تھی۔

"بڑی دیر کر دی آپ نے۔" مشعل نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"ہوں..... ہم سلیمان بھائی کے ساتھ نوٹس لینے چلے گئے تھے۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

"تھک گئے ہوں گے..... کالج سے آنے کے بعد مسلسل ادھر ادھر آتے جاتے رہے ذرا دیر آرام کر لیں پھر کھانا کھا لیجئے گا۔"

"نہیں تھکن تو ذرا سی بھی نہیں ہے۔ گاڑی میں گئے گاڑی میں آ گئے تھکنا بھلا کیسا۔ بات بات پر تھک کر نڈھال ہو جانا تو آپ خواتین کی خصلت ہے۔" وہ مسکراتا ہوا بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔ مشعل نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا مگر حسب عادت نگاہ چرا گئی سولہ، سترہ برس کی عمر میں ہی اس کا قد کاٹھ غضب کا تھا۔ اس کو دیکھ کر لڑکیوں کو آہیں بھرتے تو اس نے

خود ہی کہا تھا۔ وہ یہی سوچتی رہ جاتی۔

"کہاں یہ۔۔۔ اور کہاں میں؟"

اب تک وہ چھبیس سال کی ہو چکی تھی' جوان تھی' آرزوئیں اور جذبات پہلے سے کہیں زیادہ مچلنے' سسکنے لگے تھے ساری ساری شب قریب والے پلنگ پر دراز آنکھیں بند کیے لیٹے ہوئے سیف کو دیکھتے گزر جاتی تھی۔ اسے وہ بہت معصوم محسوس ہوتا تھا اور شاید وہ تھا بھی ایسا ہی بے خبر' وہ خواہ لاکھ بڑی عمر کا سہی پر تھی تو اس کی بیوی' مگر اسے شاید کوئی پروا نہیں تھی۔

کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ صفائی کرانے لگی۔ جب کمرے میں آئی تو سیف کچھ الجھی ہوئی کیفیت میں اپنے پلنگ پر نیم دراز چھت کو گھور رہا تھا۔ شام ہی سے وہ سوچوں میں گم محسوس ہو رہا تھا مگر وہ کوئی بھی سوال کرنے کے بجائے۔ اپنے بیڈ کی چادر درست کر کے لیٹ گئی۔ کافی دیر کروٹیں بدلنے کے بعد نیند آنے لگی تھی۔ مگر میز کے قریب کھڑکھڑاہٹ سن کر چونک گئی۔ سیف جگ سے پانی گلاس میں انڈیل رہا تھا۔ غٹاغٹ دو تین گلاس پانی پی کر وہ واپس اپنے پلنگ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور تکیہ اپنی گود میں رکھ کر کہنی اس پر ٹکا کر ٹھوڑی ہتھیلی پر جمالی۔

"کیا بات ہے۔" مشعل پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"کچھ نہیں۔" وہ چونک کر بولا اس کے خیال میں تو مشعل سو چکی تھی۔

"کچھ تو ہے۔"

وہ جواب میں خاموش ہو گیا تو مشعل کو دوبارہ استفسار کرنا پڑا۔

"بتایئے ناں کوئی مسئلہ' کالج میں کوئی بات ہو گئی ہے؟" انجانے سے خدشے نے سر ابھارا یہ عمر ایسی ہے کہیں کسی لڑکی وغیرہ کا تو چکر نہیں ہے جو یہ بے چینی ہے بے قراری طبیعت ہو رہی ہے۔

"نہیں بھئی کالج میں کیا ہونا ہے۔" وہ مسکرایا۔ "آپ سو جایئے۔"

"مجھے بتانا نہیں چاہتے۔" وہ افسردہ سی ہوئی۔

"بتانا چاہتے ہیں' ہم ہر بات ہمیشہ آپ کو سب سے پہلے بتاتے ہیں' مگر یہ بات ہی کچھ اس نوعیت کی ہے' سوچ رہے ہیں کہنا بھی چاہیے یا نہیں وہ بھی آپ سے۔"

"آپ کی جو بھی مرضی ہو کیجیے۔" مشعل نے کہا تو وہ چند لمحے خاموش رہا پھر سوالیہ انداز میں کچھ دیر اسے دیکھتا رہا یوں جیسے وہ کہنے کے لیے الفاظ کو ناپ تول رہا ہو۔

"سلیمان بھائی آپ۔ کو کیسے لگتے ہیں؟"

"کیا مطلب؟" وہ کچھ سمجھ نہ پائی کہ اس کے اس سوال کا مطلب کیا ہے مگر اس کے سوال پہ۔ سلیمان کا سراپا اس کے ذہن کے کینوس پر ابھر آیا اور اس کی کچھ بولتی آنکھیں۔۔۔۔ کچھ کچھ الجھی کیفیت' کچھ وارفتگی' کچھ انوکھی سی باتیں' جو کسی جذبے کی تشریح کر دینے کے لیے کافی تھیں مگر سب کچھ مبہم تھا۔ بہت غیر واضح' وہ سوچنا شروع کرتی تو وہم سمجھ کر سر جھٹک دیتی تھی۔

"سلیمان بھائی شادی نہیں کرنا چاہتے' آپ جانتی ہیں کس لیے۔"

"ہم۔۔۔ مجھے بھلا ان کے دل کی بات کیسے پتا ہو سکتی ہے۔"

نہ جانے اس کا من کیوں لرزنے لگا تھا جیسے وہ چوری کرنے جا رہی ہو۔۔۔ کچھ چھپانا چاہتی ہو مگر کیا؟

"جانتے ہیں' بڑا یقین ہے ہمیں کہ وہ آپ کی وجہ سے شادی نہیں کرتے۔" اس نے بہت دھیرے سے کہا۔

"وہ آپ کو چاہتے ہیں۔" مشعل دھک سے رہ گئی تھی۔

"ہک۔۔۔ کیا ایسا انہوں نے۔۔۔ خود کہا؟"

"ہر بات کہنے کی نہیں ہوتی بی بی مشعل' ہم نے ان کی آنکھوں میں پڑھ لیا۔ اب ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ جذبوں کو پہچان نہ پائیں۔ الجھن ہے تو بس یہ کہ آپ کے دل کی ہم جانتے ہی نہیں۔ آپ نے اپنے چہرے پر ایسا خول چڑھا رکھا ہے کہ وہ کوئی بھید کھول کر نہیں رکھتا۔"

"جس کا چہرہ کچھ نہ کہے اس کی زبان سے کہنے کی توقع عبث ہے۔ آپ ناحق الجھ رہے ہیں۔ میں نے

کبھی کسی کے بارے میں اس طرح کی کوئی بات نہیں سوچی‘ شاید اس لیے کہ زیادہ سوچنے سے طبیعت ملول ہوتی ہے۔“

”یہ آپ کا ذاتی فلسفہ ہو سکتا ہے.... ہاں! کیونکہ ذاتی تجربات و مشاہدات کی بنا پر ہی انسان قیاس آرائیاں کیا کرتا ہے۔ سوچا جائے خواہ مخواہ کی بحث ہے۔ آپ نہ پوچھتیں تو صبح تک ہم خود ہی بھول چکے ہوتے۔ اب آپ کو بھی بے وجہ پریشان ہونا پڑے گا۔“ اس نے لیٹ کر رخ موڑ لیا۔

”یہ سیف بہت بڑی بڑی باتیں نہیں کرنے لگا؟“ وہ حیرانی سے سوچنے لگی۔

”کیا وہ میرے ذاتی تجربات کی کیفیت کو سمجھتا ہے؟ مجھے دکھی سمجھتا ہے بھلا کیوں؟ کیا اسے میرے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا احساس ہے وہ خود بھی تو اسی طرح کی ناانصافی کا شکار ہے اسے اپنی پروا نہیں ہاں! وہ تو مرد ہے اس کا بھلا کیا جانے۔“ مشعل ہنوز سوچتی چلی گئی پھر سلیمان کا خیال بھی چلا آیا۔

”وہ مجھے چاہتا ہے؟“ وہ الجھی ہوئی سی تھی۔

”سیف نے کتنی آسانی سے مجھے کہہ بھی دیا۔ آخر سیف میرا۔“ اس سے آگے کہتے ہوئے تو گویا سوچتے بھی عجیب سا لگتا تھا کہ سیف اس کا شوہر ہے بھلا یہ احساس کیوں نمو پائے؟ اس خیال کو یقین جانتے ہوئے بھی یقین کرنے کا دل اب تک نہیں چاہتا تھا مگر کیوں؟ یہ تو اس کی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت تھی جسے وہ چاہنے کے باوجود جھٹلا نہیں سکتی تھی۔

”یہ کیسا بندھن ہے یہ کیسا رشتہ ہے؟“ وہ کئی بار کی طرح اب بھی اچانک پریشان ہو گئی کہ سیف مجھ سے پوچھتا ہے مجھے سلیمان کیسا لگتا ہے؟“

وہ حیران بھی بہت تھی اور عجیب ہی طرح کی کیفیت ہونے لگی ذہن بھٹکتے بھٹکتے سلیمان کی سمت جا پہنچا۔

”کیا کوئی مجھے بھی اتنا چاہ سکتا ہے کہ میری خاطر زندگی بھر شادی ہی نہ کرے۔“ بڑا مدھر احساس تھا۔ ایک اجنبی‘ ایک انجان آپ کی بے خبری کے باوجود آپ کو چاہتا ہے۔ آپ کے نام پر زندگی گزار دینا چاہتا ہے۔ مشعل کا دل رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگانے لگا۔

محبت‘ محبت‘ محبت.... کوئی ہے جو اسے پیار کرتا ہے۔ کوئی ایسا مرد ہے جو اس کے لیے زندہ ہے.... بڑا اچھا لگ رہا تھا۔ سلیمان جیسا خوب صورت شخص‘ ذہین و فطین مرد اس سے محبت کرتا ہے۔ اسے یہ خبر بڑی بھلی لگی۔ وہ خود کو سرزنش کرنے کے بجائے جان بوجھ کر سلیمان کے بارے میں پہلے تو گھنٹوں سوچتی رہی مگر روشنیوں کی جگمگاہٹ کے ساتھ دل اونچے سروں میں گنگنانے لگا تو اس نے جھٹ پٹ سینے پر ہاتھ رکھ کر ڈھول تاشوں کے ساتھ الڈ آنے والے شور کو روکا۔

”خبردار.... تیری زندگی اب کسی کی امانت ہے۔ کسی اور کا خیال بھی ذہن میں لانا تیرے لیے گناہ ہے۔“

خود پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے بڑا کٹھن اور جاں بلب محسوس ہوتا ہے۔ کروٹ پر کروٹ بدلتے شب تمام ہوئی۔ حیرت انگیز طور پر وہ بالکل بے خبر رہی کہ سیف اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہا ہے۔ اور اس کی پلکوں پر اٹکے آنسوؤں کو دیکھ کر طرح طرح کی قیاس آرائیاں کر رہا ہے۔

”بی بی مشعل جوان ہیں‘ خوب صورت ہیں زندگی کی رونقیں حاصل کرنا ان کا حق ہے۔ اگر انہیں سلیمان بھائی پسند ہیں تو میں اپنی راہ سے ہٹنے کو تیار ہوں.... مگر یہ کیسے پتا چلے کہ ان کے دل میں کیا ہے؟ اور کیا میں ان کے بغیر رہ پاؤں گا؟ ان کے اور میرے درمیان جو رشتہ ہے بڑا عجیب ہے۔ محبت ہے مگر وہ نہیں جو اس رشتے کا احساس دے سکے یہ تو ساتھ رہنے اور انسیت کا اثر ہے.... سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ جس سے بی بی مشعل کا من شانت ہو جائے کیونکہ میں ان کی خوشی چاہتا ہوں۔“

وہ بہت دیر تک بہت کچھ الجھی ہوئی باتیں سوچتا رہا۔ سویرا ہوا تو دونوں ہی سر منہ لپیٹے دیر تک سوتے رہے حتیٰ کہ ساس صاحبہ جگانے کے لیے چلی آئیں۔ مشعل نے دروازہ کھولا تو بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ معنی خیزی سے پوچھا گیا۔

"آج بڑی دیر بعد دروازہ کھلا ہے۔ لگتا ہے ساری رات سوئیں نہیں۔ سیف بھی نہیں اٹھا آج کالج کی چھٹی ہے کیا؟"

مشعل پانی پانی ہو گئی تھی۔ زبان سے کچھ بھی نہ کہا' خاموشی سے باہر نکل گئی ساس اس کو بغور دیکھتے ہوئے کچھ جاننے کی کوشش کرتی رہیں مگر نہ سمجھ میں آنے کی وجہ سے کندھے اچکا کر اندر چلی آئیں۔

سیف کی آنکھیں کھل چکی تھیں اور اس نے اپنی والدہ کی معنی خیز گفتگو بھی بخوبی سن لی تھی۔ وہ خود بے شرمندہ تھا کہ اس کی وجہ سے بی بی مشعل دکھی ہوئیں وہ جوان ہیں جواں دلوں کی امنگیں بھی جوان ہوتی ہیں مگر وہ کیا کرتا؟ اس کی نظروں میں مشعل کی اتنی عزت تھی کہ نگاہ غلط انداز میں اٹھنے سے قبل ہی گھبرا کر جھک جاتی تھی گو کہ یہ اس کا حق تھا مگر استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا۔

بہت سارے دن گزر گئے۔ سیف نے سلیمان بھائی کے سامنے دوبارہ کوئی مزید ذکر نہیں چھیڑا' نہ ہی سلیمان نے کچھ کہا.... مشعل بھی خاموش تھی....

ایک دن اچانک سلیمان کی ماں نے سیف کو بتایا۔

"سلیمان شادی کے لیے راضی ہو گیا ہے۔"

سیف کو حیرانی ہوئی۔

"کس سے۔"

"کوئی بھی اچھی لڑکی.... میری پسند کی۔" وہ خوش تھیں۔

"پہلے تو کچھ بولتا ہی نہیں تھا شادی کے ذکر سے بھی چڑتا تھا۔ اب اپنی زبان سے کہا کہ وہ جلد سے جلد شادی کرنا چاہتا ہے جتنی جلدی ہو سکے اچھی سی لڑکی ڈھونڈ لیں' ارے میں تو اپنے پتر کے لیے گاؤں بھر کی سب سے سندر لڑکی لاؤں گی' جانتے ہو ناں ملک سردار کے ملازم خیر دین کی بیٹی کو سلمیٰ نام ہے اس کا۔"

وہ تفصیل سے بتانے لگیں.... سیف سن تو رہا تھا مگر یقین نہیں کر پا رہا تھا۔

آخر وہ پہلی فرصت میں سلیمان بھائی کے پاس پہنچ گیا وہ سمجھ گئے کہ وہ کیا پوچھنا چاہ رہا ہے۔

"ہم نے جو سنا ہے وہ ٹھیک ہے۔ سلیمان بھائی۔"

"تم نے ٹھیک سنا ہے۔"

"ہمیں نہیں لگتا کہ ہمارا قیاس غلط تھا۔ ہم نے آپ سے بھی پوچھا اور بی بی مشعل سے بھی کسی نے ڈھنگ سے جواب نہ دیا۔ ہم تو آپ دونوں کے درمیان سے ہٹ جانے کے لیے بھی تیار ہیں پھر؟"

یہ دونوں ہستیاں اسے بہت عزیز تھیں.... دونوں کے سکھ کا دارومدار اس پر تھا اور وہ انہیں خوش دیکھنا بھی چاہتا تھا۔ بڑی الجھن تھی.... سب کچھ سمجھ سے بالاتر تھا۔

"تمہارا قیاس غلط ہے۔" نہ جانے کس دل سے سلیمان نے جھوٹ بولا۔

"ہم سے لگا ملا کر کہیے۔" اسے اب تک یقین نہیں آیا کہ اسے تو پکا یقین تھا سلیمان مشعل کو پسند کرتا ہے مگر مشعل ہے....؟

[illegible] "تم ان سب باتوں کے لیے ابھی بہت چھوٹے ہو یہ درست ہے کہ استاد ہونے کے باوجود میرا رویہ تم سے دوستانہ ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم حد سے گزرنے لگو۔ مشعل تمہاری گرل فرینڈ نہیں جو تم آسانی سے اسے میرے حوالے کر دو گے۔ وہ تمہاری بیوی ہے تم خوامخواہ یہ خیال دماغ میں کیوں لا رہے ہو کہ کوئی.... یقین میں.... بہت غلط سوچ رہے ہو تم وہ تمہاری بیوی ہے۔ جانتے ہو بیوی کیا ہوتی ہے۔"

کیا وہ اب اتنی کھری کھری بات اور مضبوط لہجے کا بھی اعتبار نہ کرتا۔ بغور اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"بیوی کی زندگی کا دارومدار محض اپنے شوہر پر ہوتا ہے خواہ وہ کیسا بھی کیوں نہ ہو' چھوٹا ہو یا بڑا بچہ ہو یا بوڑھا شوہر ہی اس کی پہچان' آن اور مان ہے۔ کوئی بھی بھلی عورت شوہر کے سوا کسی اور کے بارے میں سوچنا گناہ سمجھتی ہے۔ کیا تمہارے خیال میں مشعل راضی ہو گی کہ تم اسے چھوڑ دو؟ نہیں؟ وہ اب تک تمہارے انتظار میں ہے۔ اتنا انتظار کسی عورت نے کسی مرد کا نہیں کیا ہو گا۔ تم وہ گلشن ہو جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی مفاد کے لیے سینچا ہے اور تم

اسے کسی اور جگہ بھیجنے کا سوچتے ہو؟ ناانصافی تمہارے ساتھ ضرور ہوئی ہے مگر تم سے زیادہ مظلوم وہ ہے.... تم چاہو تو اسے اس دکھ سے نجات دے سکتے ہو۔"

سلیمان کا ناصحانہ انداز سیف کے دل پر زخم ہوتا چلا گیا۔

"تم اسے لاکھ جھٹلاؤ مگر وہ تمہاری بیوی ہے۔ اس کو تمہیں بیوی ہی سمجھتا ہو گا اور کچھ نہیں.... وہ تمہاری خدمت اس لیے نہیں کرتی کہ تمہاری غلام ہے اس لیے کرتی ہے کیونکہ اس کا تم سے نکاح ہوا ہے۔ اس کے نام سے تمہارا نام جڑ چکا ہے تو کیا اب تمہارا کوئی فرض نہیں رہ جاتا۔"

سیف کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے۔ وہ یہاں سے گھر جانے کے بجائے کھیت کے بیچوں بیچ گھاس پھوس پر نیم دراز ہو گیا۔ طرح طرح کی سوچیں اور خیالات نے دھاوا بول رکھا تھا۔ اتنا پریشان وہ اپنی زندگی میں کبھی نہیں ہوا تھا۔

"سلیمان بھائی ٹھیک ہی تو کہتے ہیں۔"

وہ سمجھ میں آجانے والے انداز میں خود سے بولا۔ مگر اپنے آپ کو ہمت دلانا بہت کٹھن تھا۔ شام بھی ہو گئی رات بھی سر پہ آن پہنچی چل نے اسے گھر چلے جانے کے لیے کہا تو وہ وہاں سے اٹھ کر ادھر ادھر بھٹکتا رہا موسم خاصا سرد تھا مگر وہ سب سے بے نیاز تھا۔ بہت دیر بعد گھر کی سمت آیا۔ مشعل بیرونی دروازے پر ہی کھڑی تھی وہ اندر آیا تو پیچھے پیچھے چلی آئی۔

"کہاں چلے گئے تھے۔ چل سے پتا چلا کافی دیر قبل آپ کھیتوں سے جا چکے ہیں۔"

وہ پریشان تھی سیف کوئی مناسب سا جواب سوچتے ہوئے اس کی سمت پلٹا تو کچھ سمجھ نہ آیا بس مشعل کا چہرہ تکے گیا۔ لمبی لمبی پلکوں والی کالی سیاہ آنکھیں گورے مکھڑے پر لرزتی ہوئی گھنگھریالی سیاہ زلفیں... وہ بہت خوب صورت تھی۔ اس انداز میں ایک ٹک تو وہ اسے دیکھتا ہی نہ تھا۔ مشعل نے نگاہ چرائی۔

"کھانا کھا لیا؟ یا لاؤں۔"

"بھوک نہیں ہے۔" وہ آہستہ آواز میں بولا۔

مشعل کے پلنگ پر سمن لیٹی ہوئی تھی۔

"اسے یہاں کس نے سلایا ہے؟"

"یہ بھی آپ کا انتظار کر رہی تھی میرے ساتھ.... یہیں نیند آگئی.... تو کیا ہوا یہ تو اکثر یہاں سوتی ہے۔" وہ آرام سے بتانے لگی۔

"اب یہ بہت چھوٹی نہیں ہے۔ آپا ماں کے پاس ہی سلایا کریں' اچھا تو نہیں لگتا آخر ہم دونوں میاں بیوی ہیں۔"

مشعل بے طرح اس کی بات پر چونک اٹھی... سانسیں اتھل پتھل ہو کر رہ گئیں۔

"آپ اسے آپا ماں کے پاس نہ لے جائیں۔" وہ تحکم بھرے لہجے میں بولا۔

"اب تو اسے نیند آچکی ہے کل سے۔"

"اچھا۔ کوئی بات نہیں۔" سیف نے بات کاٹ کر کہا اور اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ مشعل کو اس کا رویہ بہت عجیب سا لگا۔ اندر ہی اندر وہ سہم سی گئی۔ ساری رات نیند ہی نہ آسکی۔ صبح فجر کی نماز پڑھ کر کچن کا رخ کیا.... ابھی وہ چائے بنا کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ سیف بھی ادھر ہی چلا آیا۔

"آپ اتنی جلدی اٹھ گئے.... ارے کوئی گرم کپڑا پہنیے اتنی سردی ہو رہی ہے۔"

وہ ایک بار پھر چونکی تھی.... سیف نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ اپنے لیے جو چائے اس نے کپ میں نکالی تھی اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر چوکی کھسکا کر بیٹھا اور پینے لگا۔

"یہ لیں شال اوڑھ لیں' سردی لگ جائے گی۔" اس نے اپنے گرد لپیٹی ہوئی شال اتار کر اسے دی... سیف نے جھٹ پٹ کپ خالی کر کے نیچے رکھا۔

"ہمیں سردی نہیں لگ رہی۔" مشعل اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

چائے لے کر وہ کمرے میں آئی تو سیف پھر سے اس کے پیچھے چلا آیا۔ سمن شاید جاگ چکی تھی اور واش روم میں تھی اس لیے بستر خالی تھا' مشعل بیٹھی تو سیف اس کے قریب بیٹھ گیا۔ مشعل جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا؟" سیف نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"آ... آپ نماز پڑھنے جایئے ناں' جماعت کا وقت نکل جائے گا۔" نہ جانے کیوں سیف زیر لب مسکرا دیا۔ اثبات میں گردن ہلائی اور اٹھ کر چل دیا۔..

تمام دن وہ گھر میں مشعل کے آگے پیچھے پھرتا رہا۔ مشعل دانستہ اس سے بچتی پھر رہی تھی کسی نہ کسی کام میں خود کو مصروف کیے رکھا.... مگر کب تک بچتی رہتی ... آخری کوشش کے طور پر وہ ثمن کو اپنے ہمراہ لائی تو سیف نے اسے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ ثمن رونے لگی۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" مشعل اشتعال میں چلی آئی۔

"ثمن سے کیا دشمنی ہے جو اسے ڈانٹ دیا۔ بچی ادھر سو رہی ہے تو کیا ہوا۔"

سیف نے کئی بار کی طرح پھر سے خاموشی اختیار کر لی۔ مشعل جا کر ثمن کو چپ کروانے لگی... آخر کار جب وہ سو گئی تو اسے واپس آنا پڑا سوچا تھا سیف اب تک سو چکا ہو گا مگر وہ بڑے آرام سے مشعل کے بستر پر نیم دراز کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔

"آپ کا بیڈ وہ ہے۔" مشعل کو کہنا پڑا۔

"جانتے ہیں۔" کتاب سے نظریں ہٹا کر وہ ذرا سا مسکرایا۔

"آخر آپ کل سے کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔" وہ زچ ہوتے ہوئے بولی۔

"بتاتا ہوں... ادھر بیٹھیے۔" اس نے کھسک کر جگہ بنائی' مشعل ذرا سنبھل کر بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی تو وہ ذرا قریب آیا۔

"ہم آپ کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ آپ ہماری منکوحہ ہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔" اس سے زیادہ حقیقت اور کوئی تھی بھی نہیں۔

"تو پھر بی بی مشعل ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں۔ آپ کی زندگی میں کسی چیز کی کمی نہیں رہے.... اوروں کی طرح ازدواجی زندگی کا سکھ آپ کا حق ہے۔ ہم آپ کو اس حق سے محروم نہیں رکھنا چاہتے... جانتی ہیں آپ کہ آپ کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا جوابدہ خدا کے حضور ہمیں بھی ہونا پڑے گا۔"

مشعل دم سادھے اس کی گفتگو سنتی رہی نہ جانے کیوں اس سے جواب نہ بن پڑا۔

وہ ذہنی طور پر کسی طرح بھی متوقع صورت حال کے لیے تیار نہ تھی.... ہمیشہ خود کو سیف سے زیادہ مضبوط تصور کرتی آئی تھی۔ مگر وہ اتنی کمزور ہے اسے یقین ہی نہ آیا۔ اسے سمجھ نہیں آیا وہ کس قسم کی کیفیت کا اظہار کرے نہ وہ خوش تھی' نہ اداس تھی' بس دل کی کیفیت بڑی عجیب سی تھی۔

دماغ تمام دن ماؤف رہا.... سیف کے کیا تاثرات ہیں وہ یہ بھی جاننا نہیں چاہتی تھی مگر وہ بہت نارمل سا تھا اتنی بڑی تبدیلی کے بعد اس نے محض ایک جملہ پوچھا۔

"کیا آپ خوش نہیں ہیں۔" مشعل نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں چند دن کے لیے اپنے میکے جا رہی ہوں۔" اس نے گویا اطلاع دی تھی۔

"اگر آپ دامن بچانے کے لیے ایسا کر رہی ہیں تو ہمارے خیال میں اس کا کوئی فائدہ نہیں' آنا تو آپ کو یہیں ہے۔" اس کی بات درست تھی' مگر اس کی جانے والی بات نے سیف کو الجھا دیا آخر مشعل کا رویہ ایسا کیوں ہے۔ وہ تو اس کی خوشی چاہتا تھا۔ کیا وہ بجائے خوش ہونے کے پریشان ہو چکی ہے؟

"اچھا... یعنی اب آپ میرے اوپر پابندیاں بھی لگایا کریں گے۔" وہ ذرا طنز سے بولی۔

"نہیں ہماری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ جیسے آپ کی خوشی' مگر ایک بات بتا دیں آپ کے بغیر شاید ہمارا دل نہیں لگے گا۔" اس کے جملے نے کوئی مسکراتی اچھوتی لہر نہ دوڑائی۔

"شاید؟" وہ ہنسی "یہ بے یقینی کیوں؟"

وہ چلی گئی.... پندرہ دن تک لوٹی ہی نہیں مزید کچھ دن اور ٹھہر ہی جاتی مگر ثمن ضد کرنے لگی تھی کہ گھر چلیں....

اس کی آمد پر سیف کے انداز میں ٹھہراؤ تھا۔ کوئی

بے قراری، بے چینی.....وارفتگی کھونے پر بھی نہیں ملی۔ نہ جانے کیوں وہ بجھ سے گئی۔ اگر کسی خوش فہمی کی مرتکب ہونا چاہتی بھی تو کیسے ہوتی۔ سیف نے اسے اس کا حق دے کر سمجھ لیا تھا کہ وہ اب مطمئن ہو جائے گی اور خوش رہے گی۔ یہ بھی اس کا خلوص تھا اور کچھ وابستگی بھی تھی کہ وہ اسے واقعی خوش دیکھنا بھی چاہتا تھا۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس کی بیوی ہے بلکہ اس لیے کہ بچپن سے اب تک وہ اس کے کافی قریب تھی۔ تو ایک غیر محسوس اپنائیت کا رشتہ جڑ پکڑ چکا تھا۔

"آخر تو آنا پڑا۔" سیف ہنسا تھا۔

"دل لگ گیا تھا" پتا نہیں یہ طنز تھا کہ کیا۔ سیف کی ہنسی رک گئی واقعی اسے ایسا تو کچھ نہیں محسوس ہوا تھا۔ بلکہ مشعل کی موجودگی میں جو ہر وقت کا بوجھ اس کے دماغ پر سوار رہتا تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔ ایک طرح سے آزادی کا احساس تھا۔ کئی بار ایسا خیال آنے پر کہ "اچھا ہوا چند دن سکون سے کٹیں گے" اس نے خود کو سرزنش بھی کی تھی۔

اب وہ آگئی تھی تو اسے لگا وہ بوجھ جو ختم نہیں ہوا تھا وقتی طور پر ہٹا تھا۔ اب پھر سے مشعل کی صورت میں اس پر لاد دیا گیا۔ بڑی الجھی ہوئی کیفیت کا شکار ہو کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جواب دینے کے بجائے اس کی توجہ سائڈ ٹیبل پر موجود کارڈ کی سمت مبذول کروائی۔

"اس جمعہ کو سلیمان بھائی کی شادی ہے۔"

"سلیمان کی؟" اسے جھٹکا سا لگا۔

"مگر اس کی اطلاع اداشاہ میرنے یا داں بابا کے گھر کے کسی اور فرد نے تو نہیں دی۔" وہ سوچ کر رہ گئی۔

"وہ شادی کر کے یہ جتانا چاہتے ہیں کہ انہیں آپ سے محبت نہیں ہے۔" وہ ہنسا۔ مشعل کا چہرہ اس بات پر دھواں دھواں ہو گیا تھا۔ کوئی ہمارے لیے زندہ ہے۔ .. کوئی ہماری خاطر زندگی بھر کا جوگ لیے بیٹھا ہے۔ نوجوانی کے بعد یہ پہلا احساس اسے ملا تھا جسے جان کر وہ کافی عرصے کے بعد مسرور ہوئی تھی اب یہ مٹ جانے پر وہ کس کیفیت کا اظہار کرے؟ وہ پریشان سی ہو گئی کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی کیفیات کے اظہار کے لیے ترس جائے بلکہ بھول ہی جائے کہ کس موقع پر اسے کس طرح پیش آنا چاہیے۔

"ہائے کتنی بے بس ہوں میں۔" وہ سوچنے لگی۔ پتا ہی نہیں چلا کہ کب دو موتی اس کے رخساروں پر آن رکے جنہیں دیکھ کر سیف بری طرح پریشان ہو گیا۔

"اف مجھ سے کتنی بڑی غلطی ہو گئی۔۔ میں تو بے خبر تھا کہ لیلیٰ مشعل بھی۔" وہ ٹھہر نہ سکا۔

*_*_*

زندگی خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ مقدر میں جتنی بھی ہو گزرنے لگتی ہے۔ پلک جھپکتے ہی مزید آٹھ سال گزر گئے..... ان آٹھ سالوں نے مشعل کو بڑا پیارا اعزاز بخشا وہ مسرور تھی۔ پہلی بار وہ اتنی خوش ہوئی تھی کہ اس سے خوشی سنبھل ہی نہیں رہی تھی۔ اپنے بیٹے کی آمد کی خوشی اس نے سیف کے ہمراہ شیئر کی تھی۔ سیف بھی بہت خوش ہوا تھا۔ ان کا بیٹا "سفیان" ان دونوں کی آنکھوں کا تارا تھا۔

اس کی آمد نے سیف اور مشعل کا رشتہ پہلے کی نسبت اور زیادہ مضبوط کر دیا تھا۔ اب تو وہ اسکول بھی جانے لگا تھا۔ سمن کا داخلہ اسی سال کالج میں ہوا تھا۔ گوٹھ بھر میں کالج جانے والی وہ پہلی لڑکی تھی..... مشعل اور سیف ہی کی ضد پر اسے کالج جانے کی اجازت ملی تھی۔ اور اسے ہر روز لے جانے اور لانے کی ذمہ داری بھی سیف نے اپنے کندھوں پر لے لی تھی۔

*_*_*

رس اتے لنگیا نوینہ میرا ڈولے
رنگ میرے رنگ لہرائے ہولے ہولے
جیا میرا جانے کیوں پیا پیا بولے

وہ با آواز بلند گنگنا رہی تھی۔ اور ساتھ ہی مائی حفیہ کے ساتھ کپڑے الگنی پر ڈال رہی تھی فارغ ہو کر نیچے اترنے لگی کہ سیڑھیوں سے ہی اسے برآمدے میں بیٹھی مشعل دکھائی دی.... جو سفیان کو زبردستی سوئیٹر پہنا رہی تھی۔

"کیوں پیچھے پڑی ہیں بابا مشعل! سفیان تو شیر ہے شیر بھلا شیروں کو بھی سردی لگتی ہے۔" وہ اترتے

ہوئے بولی۔
"امی! میں شیر نہیں ہوں' وہ تو بہت ڈراؤنا ہوتا ہے۔" سفیان نے منہ بسورا۔
"اچھا تو پھر بندر ہو ٹھیک ہے وہ تو ڈراؤنا نہیں ہوتا۔" وہ ہنستی ہوئی بولی اور خالی بالٹی قریب ہی رکھی بالٹیوں کے ساتھ رکھی اور سردی کے مارے سی سی کرتی ہوئی دھوپ میں بیٹھی مشعل کی سمت دوڑی۔
"چل ہٹ.... تو خود ہی ہوگی بندریا۔" وہ غصے میں بدتمیزی پر اتر آیا۔
"آ.... چ چ.... چہ.... یہ آپ کی آپا ہے ناں کیا اس طرح بات کرتے ہیں.... بڑی ہے ناں؟"
"اس سے کہیں یہ مجھ سے بات نہیں کیا کرے۔"
ان دونوں کی ایک سیکنڈ بھی نہیں بنتی تھی.... سمن چھیڑتی رہتی تھی اور سفیان چڑتا رہتا۔
"تو اتنا حسین نہیں ہے جو تجھ سے بات کرنے کے لیے مری جاؤں گی۔"
"خود بڑی حسین ہے ناں۔" وہ منہ چڑاتے ہوئے بولا۔
"خود ہی دیکھ لو۔" اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں چاروں سمت گھما کر کہا۔
"اوں.... بھینگے ہوئے دیدوں والی کالی چڑیل۔"
"سفیان!" مشعل نے اسے تنبیہی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔
اسی اثناء میں سیف اندر داخل ہوا۔ مشعل اور سمن کی نگاہ بیک وقت اس پر اٹھی۔
"آج جلدی لوٹ آئے....؟" مشعل نے اتنی جلدی آمد کی وجہ جاننا چاہی۔
"ہم گئے ہی نہیں تجمل کو بھیج دیا۔" اس نے مختصراً جواب دیا پھر سمن کی سمت دیکھا جو مبہوت سی اس کو تک رہی تھی۔
"تمہاری کون سی کتابیں لانی تھیں' بتا دو ہم کو اچانک شہر جانا پڑ گیا ہے زمینوں کا معاملہ ہے سوچا ساتھ ساتھ یہ بھی کر آئیں گے۔"
"English grammer" سمن نے مطلوبہ کتاب کا نام لیا۔ "فرسٹ ایئر کے لیے چاہیے۔"
"اور سمن تو وہ بھی تو منگوا رہی تھی کوئی کریم.... جس سے رنگ گورا ہوتا ہے۔" مشعل نے یاد دلایا۔
"سمن کالی تو نہیں ہے۔" سیف مسکرا دیا۔
"یہ ہے ناں آپ کا بیٹا.... اسی نے مجھے کامپلیکس کا شکار کر ڈالا ہے ہر وقت کالی کالی چڑیل اور جانے کیا کچھ کہتا رہتا ہے۔"
"ہمیں تو کریموں وغیرہ کا کچھ نہیں معلوم' اچھی خاصی تو گوری ہو تم بے وجہ سفیان کی باتوں میں آتی ہو' یہ تو ہمیں بھی کل کہہ رہا تھا کہ بابا آپ موٹے ہوگئے ہیں۔"
مشعل مسکرا دی۔ جبکہ سمن بغور سیف کا جائزہ لینے لگی آیا وہ سچ مچ موٹے ہو رہے ہیں یا نہیں؟
"ہائے اللہ! اتنے تو اسمارٹ ہیں آپ۔" وہ فوراً بول اٹھی۔
"سچ؟" سیف نے جس انداز میں خوش ہو کر کہا وہ خواہ مخواہ جھینپ سی گئی۔
"تم کہتی ہو تو ضرور ہوں گے۔ اچھا ہمیں ذرا کریم کا نام وغیرہ لکھ کر دے دو یاد رہا تو لے آئیں گے۔"
"اچھا ابھی لائی۔" وہ چلی گئی۔
"اور بی بی مشعل! آپ کی کوئی فرمائش۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"مجھے کیا ضرورت ہے کسی فرمائش کی البتہ اپنے بیٹے سے پوچھئے۔"
"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔"
"نو جی.... دیکھیں ذرا ان کی فرمائش.... آج نہیں اگلی بار جب جائیں گے تو لے جائیں گے۔"
"اچھا تو پھر میرے لیے اچھی سی کوئی چیز.... اوں! بولنے والی گڑیا لائیں گے؟" وہ اتنی جلدی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا جانے کس طرح فوراً راضی ہو گیا۔
"گڑیا سے تو لڑکیاں کھیلتی ہیں۔"
"لڑکیاں گڈے سے کھیلتی ہیں۔ لڑکے کھیلتے ہیں گڑیا سے۔" اس نے سمجھانے کی کوشش کی۔
"اچھا ہمیں تو آج پتا چلا' ضرور لا دیں گے بولنے والی گڑیا۔ بس اپنی امی کی اجازت دلا دو۔" اس نے

مشعل کی سمت دیکھا۔ تو وہ لاپرواہی سے بولی۔

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہو گا۔"

"سچ مچ۔" وہ ذرا سا شوخ ہوا۔ مطلب سمجھ کر مشعل نے آنکھیں دکھائیں۔

"آپ جایئے جلدی۔" سمن بھی چلی آئی اور پرچہ اس کے ہاتھ سے لے کر سیف باہر نکل گیا۔

سیف کے چلے جانے کے کچھ ہی دیر کے بعد نعمان چچا کی فیملی کلفٹن غیر متوقع طور پہ چلی آئی سمن کا خوش ہو جانا فطری تھا۔ مگر نعمان چچا کا سرسری سا انداز اور اس کے سوتیلے بہن بھائیوں کا لیئے دیئے رہنے کا انداز اسے فوری طور پر اداس کر دیتا تھا۔ سوتیلی ماں محض نام کی ہی نہیں در حقیقت سوتیلی تھی، جسے ماں کہہ کر وہ ماں لفظ کی توہین نہیں کرنا چاہتی تھی۔ شاید اس کی وجہ سے نعمان چچا اپنی بیٹی سے مزید دور ہو گئے تھے۔

پہلے ہر ماہ اس کے نام کا خرچہ دے دیا کرتے تھے مگر اب سیف نے ہوش سنبھالتے ہی منع کر دیا کہ ایک ذرا سی لڑکی ہمارے اوپر بھاری نہیں ہے اور پھر ہم نے کبھی سمن کو پرائی سمجھا ہی نہیں۔ اور یہ سچ بھی تھا۔ سمن کو تو مشعل میں ہی اپنی ماں نظر آتی تھی۔ اس کی ذرا ذرا سی بات کی پروا کرنا مشعل نے اپنے ذمے ہی لے لیا تھا۔ سیف کی بھی یہی کوشش ہوتی تھی کہ سمن کو کسی بھی شے کی کمی محسوس نہ ہو۔

نعمان چچا کے رویے نے سمن کو آزردہ کر دیا تھا۔ وہ خواہ اسے اپنے ہمراہ نہ بھی رکھتے ہوں مگر یہاں آنے کے بعد تو تھوڑی بہت محبت کی ضرورت تو اسے ہوتی تھی۔

شام کو سب لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر لاؤنج میں جمع ہو گئے تو وہ بیرونی سمت کے دروازے سے اوپر جانے والی چار پانچ سیڑھیوں پر تنہا بیٹھی اپنے قسمت پر رونے لگی۔

کاش! میری ماں نہ مری ہوتی تو آج میں بھی عام بچوں کی طرح اپنے والدین کے ہمراہ رہتی۔ گو کہ یہاں مجھے کوئی کمی نہیں ہے مگر۔

وہ یہ جانتی تھی کہ یہ خلش کیوں ہے۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ ہونے کا احساس۔

اندھیرا بڑھنے لگا تھا۔ سفید کاٹن کے سادہ کڑھائی والے سوٹ میں زلفیں بکھیرے گھٹنوں میں سر دیئے سوچے چلی گئی۔

"اگر بی بی مشعل بھی میری ذمہ داری نہ اٹھاتیں تو میرا کیا ہوتا۔" وہ طرح طرح کی باتیں سوچ کر لرز سی گئی۔

"یہ بھی خدا کی مہربانی ہے کہ اس نے بی بی مشعل کے دل میں میرے لیے محبت ڈال دی ہے۔ سچ ہے یہ کہ جس کا کوئی نہیں ہوتا اس کا خدا ضرور ہوتا ہے۔ خدا کبھی کسی کو بے آسرا نہیں کرتا۔ مگر آہ! میرے سچے سائبان ہی میرے ہوتے تو کیا بات تھی۔"

اسے احساس بھی نہ ہونے پایا کہ کب سیف کی گاڑی پورچ میں آ کر رکی اور کب وہ اس کے سر پر سوار اس کی ایک ایک حرکت کا خاموشی سے جائزہ لینے لگا۔ پھر اسے ذرا سی شرارت سوجھی چھوٹی سی سوکھی لکڑی کی ڈنڈی گھاس پر سے اٹھائی اور اس کی سمت اچھال دی۔ وہ فوراً ہی اچھل پڑی۔ اور آنکھیں میچ لیں۔

اور با آواز بلند چیخی سیف کے قہقہے کی آواز پر آنکھیں کھولیں پھر نگاہوں میں ناچتی شرارت اور قریب ہی پڑی لکڑی دیکھ کر وہ ہوش میں آئی تو سیف کی سمت دوڑ گئی سیف نے اپنے آپ کو اس کے مکوں سے بامشکل بچایا۔

"اگر میری جان نکل جاتی تو۔"

"تمہارے اندر اتنی سی جان ہے کہ ایک سوکھی لکڑی سے ڈر کر نکل جاتی۔" سیف ہنسا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ وہ سوکھی لکڑی ہے مجھے تو وہ چھپکلی۔" اس کی آواز بھرانے لگی۔ آنکھیں پانیوں سے لبریز ہو کر چھلکنے کو بے تاب ہو گئیں..... تو سیف نے فوراً احساس کرتے ہوئے معافی مانگ لی۔

"ہم تو بس ذرا سی شرارت کر رہے تھے۔ تم رونے بھی لگیں، ادھر دیکھو ہماری طرف۔" اس نے اس کا سر اونچا کیا۔

"نہیں دیکھتی۔" وہ خفا تھی۔

"سوری بابا.... معاف کردو۔ ہمیں کیا معلوم تھا تم اتنی ڈرپوک ہو۔" اس نے سمن کا سر زبردستی اونچا کیا.... جو پلکیں جھپک جھپک کر آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

لمبی لمبی بھیگی ہوئی پلکیں سلونے رخساروں پر سرخی کی باعث جھلکنے والی سرخی اور انتہائی قرب وہ تو اس کی پلکوں کے اپنی پوروں سے آنسو چننے کے لیے کھڑا تھا مگر لمحہ بھر کو دل دھڑک اٹھا.... ایک ٹک نگاہ سمن پر ہی مرکوز ہو کر رہ گئی.... سمن بھی جانے کس خیال کے تحت اسی کو دیکھ رہی تھی۔ کچھ ایسا تھا ان نظروں میں کہ وہ گڑبڑا اٹھی۔

"میں جاؤں ادا سیف؟"

"آں۔" وہ چونکا دل تو چاہا کہہ دے کہ نہیں یونہی کھڑی رہو مگر خود بخود اس کے شانوں اور ٹھوڑی پر سے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تو وہ اپنا آپ آزاد پا کر سیدھی اندر کی جانب بڑھنے لگی۔

"رک جاؤ سمن۔" دل کہہ رہا تھا مگر زبان نے ساتھ نہ جانے کیوں نہ دیا مگر سمن اچانک رک گئی۔

"جی۔"

"کیا تم نے سن لیا؟" وہ حیرانی سے پوچھنے لگا۔

"میری کتاب لائے؟ اور رنگ گورا کرنے والی کریم....؟" وہ بولی تو سیف کو ہوش آیا۔

"ہاں تم چلو ہم سب سامان اندر ہی لا رہے ہیں۔"

سمن دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی ہوئی اندر چلی گئی۔

*_*_*

صبح ہی صبح وہ کالج جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ مگر سیف سستی دکھا رہا تھا۔

"تمہاری وجہ سے ہمیں بھی روزانہ جلدی اٹھ کر جانا پڑتا ہے۔" وہ سائیڈ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اٹھاتے ہوئے بولا۔

"آپ کی ہی ضد پر کالج جانے کی اجازت ملی ہے اب تو یہ آپ کی ہی ذمہ داری ہے۔" مشعل نے فوراً حمایت کی۔

"ضد تو اس میں آپ کی بھی شامل تھی۔" وہ مسکرایا اور دروازے کی جانب مڑا۔

"آپ نے ناشتا تو کیا نہیں۔" سمن نے کہا۔

"کوئی بات نہیں تمہیں دیر ہو جائے گی۔ ناشتا ہم بعد میں کر لیں گے۔" سمن اس کے احساس ذمہ داری پر خوش ہو گئی۔ وہ نخرے ضرور دکھاتا تھا مگر کبھی تاخیر کا باعث نہیں بنتا۔ سمن آگے آگے چلتی ہوئی گاڑی کی سمت آئی۔ سیف نے آگے بڑھ کر دونوں فرنٹ ڈور کھولے۔ اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"ہمارا تو خیال ہے تم خود ڈرائیونگ سیکھ لو ابھی تو تمہیں بہت پڑھنا ہے کب تک ہماری محتاج رہو گی؟" اس نے اپنے تئیں بڑا نیک مشورہ دیا۔

"نہ بابا مجھے تو ڈر لگتا ہے گاڑی چلانے کے بارے میں سوچ کر بھی چکر آنے لگتے ہیں۔" اس نے جھرجھری لی۔

"اتنی ڈرپوک ہو' پھر تم آپریشن کیسے کرو گی؟" وہ اس کے مستقبل کی نشاندہی کر رہا تھا۔

"میں ڈاکٹر بنوں گی ہی نہیں۔" وہ فوراً بولی۔

"کیوں؟"

"اس کے لیے تو مجھے میڈیکل کالج کے بورڈنگ میں رہنا پڑے گا.... میں تو گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جانے والی۔"

"مگر کچھ بننے کے لیے کچھ نہ کچھ تو قربانی دینی پڑتی ہے۔ اور پھر تمہیں کون سا ہمیشہ گھر میں رہنا ہو گا۔ ہم تم کو بیاہ کر نکال باہر کریں گے۔" وہ ہنسا تھا۔

"گھر میں تو کہیں نہیں جاؤں گی شادی بھی نہیں ہو گی کبھی میری۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"خاندان بھر میں تو میرے سائز کا دولہا چراغ لے کر ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملے گا.... اور خاندان سے باہر بیاہ ممکن ہی کہاں ہے.... بے جوڑ شادی کریں گے' زبردستی نکال باہر کریں گے تو کیا یہ اچھا ہو گا میں تو بی ایس سی کر کے بچوں کو پڑھانا شروع کر دوں گی.... ویسے بھی انسان کو اپنی اوقات سے بڑھ کر سپنے نہیں دیکھنے چاہئیں۔"

"ارے واہ! سمن تو بہت بڑی ہو گئی ہمیں پتا ہی نہیں چلا' اتنی دور کی باتیں کب سے سوچنے لگیں بھلا ہم تمہارے ساتھ زیادتی ہونے دیں گے۔" وہ

مسلسل گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بول رہا تھا۔

"آپ نے اتنا کچھ کیا ہے میرے لیے یہ کافی نہیں آپی بی مشعل اور آپ نہ ہوتے تو میری بھی کیا زندگی تھی۔"

"یہ تو تم غیروں کے سے انداز میں بات کر رہی ہو۔ ہم تمہارے اپنے ہیں۔ اس طرح سوچو گی تو خود تو جلو گی ہی ہمارے بھی دل جلاؤ گی۔" وہ ذرا سا خفا ہوا۔

"بہرحال حقیقت کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ میں آپ کا نہیں اپنے باپ کا قرض ہوں۔"

"تم اس طرح کی باتیں مت سوچو' مت کہو' ہمیں افسوس ہو رہا ہے شاید ہم سے کوئی کمی رہ گئی ہے۔" وہ افسردگی سے بولا تو سمن ہوش میں آگئی۔

"ارے نہیں! میں تو بس یونہی.... وہ دراصل کل بابا وغیرہ آئے تھے ناں ان کے رویے نے دل برا کر ڈالا.... ورنہ آپ نے بھلا کہاں کوئی کمی رہنے دی ہے' کمی تو ہمارے اپنے نصیبوں کی ہے۔ بلکہ وہ بھی کہاں آپ ہیں' بی بی مشعل ہیں مجھے اور کیا چاہیے۔"

اس نے فوراً "اخلاق اور بات نبھائی۔

ادھر ادھر کی گفتگو شروع ہوئی دونوں اس موضوع سے ہٹ گئے کالج کا گیٹ سامنے آگیا تو گفتگو بھی ختم ہو گئی۔

"ہوں.... تو گویا کل سمن اس لیے تنہا صحن میں اداس بیٹھی تھی۔"

اس نے سمن کے جانے کے بعد غور کیا اور کل رات والا واقعہ اس کے نگاہ میں آن سمایا وہ معصومیت' وہ انداز' وہ بکھری زلفیں' وہ بہتے اشک.... ذہن میں آئے تو اسے کچھ ہونے لگا.... اس نے سر جھٹک کر گاڑی اسٹارٹ کی اور واپس گھر چلا آیا۔

نعمان چچا کی فیملی نے دھاوا بول رکھا تھا۔ اسی لیے خاصی گہما گہمی تھی۔ اماں ناک چڑھائے بیٹھی تھیں۔ اپنی بہن کی سوتن انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ اس کی اولاد تو کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی۔ بچے بھی ایک سے بڑھ کر ایک شیطان اور ضدی تھی۔ چھوٹا سات سالہ بیٹا تو بات بات پر حلق پھاڑ کر بیٹھ جاتا پھر والدہ صاحبہ ہزار جتن کر کے مناتیں۔ اماں کو ایسے میں سمن بڑی بھلی لگی۔ ان کی نگاہ میں منحوس سہی مگر تھی تو بہن کی اولاد اور پھر بچپن ہی سے وہ بڑی صابر واقع ہوئی تھی۔ کبھی کوئی ضد نہیں کی اور رو رو کر گھر سر پہ نہیں اٹھایا' بیماری کی شدت میں بھی خاموشی سے لیٹی رہتی رونا آتا تو چپکے چپکے ایک طرف جا کر آنسو بہا لیتی اور کچھ دیر بعد وہی کی وہی ازلی مسکراہٹ چہرے پر آن بستی تھی۔ انہوں نے تو نعمان چچا سے کہہ بھی دیا۔

"نعمان جی! آپ کے یہ بچے سمن پر کیوں نہیں گئے ایسے بدتمیز کیونکر ہو گئے؟ لگتا ہے بیگم نے خوب سر چڑھا رکھا ہے۔"

نعمان چچا نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ بھنک ان کی بیگم تک پہنچی تو سر پر آسمان اٹھا لیا۔

"میرے بچے اور میں تو اس عورت کو ایک آنکھ نہیں بھاتے چند دنوں کے لیے تو آتے ہیں ہم یہاں اور واپسی میں سو باتیں سن کر جاتے ہیں۔"

اسی وقت جانے کی ٹھان لی گئی۔ نعمان چچا جو رو کے غلام تھے فوراً "واپسی کے لیے پر تول لیے۔ ان کے جانے کے بعد نہ صرف سمن نے بلکہ مشعل اور سیف نے بھی سکون کا سانس لیا اور تو اور سفیان بھی خوش تھا ورنہ نعمان چچا کا بیٹا جیسے اس کا دشمن بنا بیٹھا تھا۔ سفیان کے ہر کھلونے' ہر شے پر اس کی نگاہ تھی۔ سفیان دے بھی دیتا تو وہ کھلونا ٹوٹنے سے قبل اسے ملتا ہی نہیں تھا۔ وہ مشعل سے کہہ رہا تھا۔

"وہ تو اچھا ہوا میں نے اپنی بولنے والی گڑیاں چھپا کر رکھی تھی ورنہ وہ کاشی کا بچہ اسے بھی توڑ ڈالتا۔"

"نہیں بیٹا ایسے نہیں بولتے بعض بچوں کے ہاتھ سے خود بخود چیزیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اس میں ان کا کیا قصور۔" مشعل کو خوامخواہ بہلاوے دینے کی عادت سی تھی۔ اس کی بنا سر پیر کی بات پر سامنے ہی کرسی پر بیٹھا کتاب پڑھتا ہوا سیف بے ساختہ مسکرا دیا۔

اسی اثنا میں سمن کمرے میں داخل ہوئی۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں بی بی مشعل؟" مشعل اور سیف کی نگاہ بیک وقت سمن پر اٹھی۔ میرون اور سبز امتزاج کے کامدار لہنگے میں چھوٹا سا ٹیکا لگائے سر پر

لاپشہ جمائے وہ دل میں اتر جانے کی حد تک خوب صورت اور پیاری لگ رہی تھی سیف تو پلک جھپکنا بھول گیا۔ جبکہ مشعل نے اسے دیکھتے ہی ماشاءاللہ کہہ ڈالا۔

"اتنا موٹا موٹا کاجل لگا لیا' پہلے ہی اتنی کالی ہو۔"

سفیان نے حسب عادت اسے چھیڑا۔

"ہائے اللہ سچ مچ کاجل زیادہ ہے کیا؟" وہ سہم کر پوچھنے لگی۔

"نہیں بھئی اچھی لگ رہی ہو۔ اتنی تیاری کی کیا ضرورت تھی بلاوجہ نظر لگ جائے گی۔" مشعل نے فوراً" کہا۔

"اب جلدی چلی جاؤ اتنی تو دیر ہو گئی ہے۔" مشعل کے کہنے پر سمن نے اثبات میں گردن ہلائی اور سیف کی سمت چلی آئی جو اس کے چلنے پر چھنک چھنک بجنے والی پائل کی آواز سننے میں محو تھا۔

"مجھے چھوڑ کر آجایئے' ادا سیف۔" وہ فوراً" چونک اٹھا۔

"مگر کہاں؟"

"میری سہیلی کی آج شادی ہے۔ وہ ہیں نا رحیم احمد۔"

"اوہ' اچھا' ان کی بیٹی وہ جو تمہارے ساتھ اسکول بھی جاتی تھی۔" اسے جیسے یاد آیا۔

"ہاں چلیں؟"

"تم اکیلی؟"

"بی بی مشعل سے بہت کہا مگر وہ مانیں ہی نہیں۔ مجھے تو جانا ہی ہے۔ اتنی پکی سہیلی ہے وہ میری۔"

سیف فوراً" اسے چھوڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔

یہاں زیادہ تر شادیاں دوپہر میں کرنے کا رواج تھا بارہ بجے سے پہلے پہلے نکاح کر دیا جاتا تھا فوراً" ہی ظہرانہ اور عصر کے بعد تک رخصتی کر دی جاتی تھی۔

سارے راستے سمن اپنی سہیلی کی ہی باتیں کرتی رہی۔ سیف پوری دلچسپی سے سنتا رہا۔ اسے اس کی معصوم گفتگو بہت اچھی لگ رہی تھی۔

"سمن! تم بہت اچھی باتیں کرتی ہو۔" اس نے بالآخر کہہ ہی دیا۔

"تھینک یو۔" وہ اترائی۔

"بی بی مشعل تو اس طرح کبھی نہیں بولتیں۔" وہ حسرت سے بولا۔

مشعل کی عادت زیادہ تر خاموش رہنے کی تھی۔ فضول تو در کنار کام کی بات بھی مختصرا" ہی کہتی تھی کبھی کبھی سیف کا دل چاہتا تھا مشعل اس سے اپنے دل کی ہر بات کہے چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کوئی بات اس سے نہ چھپائے مگر اسے تو جیسے اپنے احساسات و تاثرات چھپانے پر ملکہ حاصل تھا۔ کوئی ایسا خول چڑھا رکھا تھا جسے کھولنے کی کوشش سیف نہ جانے کب سے کر رہا تھا مگر اب تک کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی تھی۔

سمن نے سیف کو مغرب کے بعد آنے کے لیے کہا تھا کیونکہ رخصتی کے بعد بھی سمن کو کھانا یہیں کھانا تھا۔ وہ اندر جا رہی تھی اس سے قبل سیف نے کہا۔

"سنو سمن! ہمارا دل چاہ رہا تھا کہ تم اور بھی کچھ دیر تک ہم سے باتیں کرتی رہو مگر سفر بہت مختصر تھا۔"

سمن ہنس پڑی۔

"باتیں تو گھر میں بھی ہو سکتی ہیں۔"

"ہاں..... اچھا تم جاؤ۔" وہ چلا گیا اور سمن وہاں کی رنگینیوں میں گم ہو گئی۔

سہیلی کی رخصتی پر سمن کو بہت رونا آیا بے چاری کا دلہا بھی تو عمر میں پندرہ برس بڑا تھا دو بچوں کا باپ تھا پہلی بیوی کے مرنے کے بعد یہ دوسری شادی تھی۔

اس سے رات کا کھانا کھایا ہی نہیں گیا۔ کافی دیر ہو گئی مگر سیف کا کوئی اتا پتا ہی نہ تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ زمینوں کے کسی مسئلے میں الجھ گیا آج کل فصل کی کٹائی چل رہی تھی کسانوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا صلح صفائی اور معاملہ نمٹانے میں تاخیر ہو گئی۔ مگر اسے اچھی طرح یاد تھا کہ سمن کو لینے جانا ہے۔ فرصت ملتے ہی وہ سمن کو لینے اس کی سہیلی کے گھر جا پہنچا گھر والوں نے زبردستی کھانے پر روک لیا۔ لحاظ مروت میں چند لقمے کھا کر وہ چل پڑا۔

سمن کی سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔

"رخصتی تمہاری ہو رہی تھی یا تمہاری سہیلی کی"

"شادی کے بعد وہ پہلے جیسی بات تھوڑا ہی رہ جاتی ہے۔ اب تو وہ بالکل پرائی ہو جائے گی۔"

اس کی آنکھیں پھر سے لبریز ہو گئیں تو سیف نے موضوع تبدیل کر کے اس کی پڑھائی کی سمت گھما دیا۔ اس کی توجہ بھی اس سمت مبذول ہو گئی... اس نے بتایا کہ اسے انگلش سمجھنے میں پرابلم ہوتی ہے۔ سیف نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ سلیمان بھائی سے اس کے لیے ٹیوشن کی بات کرے گا۔ گھر پہنچ کر سمن تو چینج کرنے چلی گئی۔ جبکہ سیف اپنے کمرے میں چلا آیا۔

"آپ کے لیے کھانا لاؤں؟" وہی گھسا پٹا' رٹا رٹایا جملہ تھا جس کا جواب اس نے سیدھی طرح دیا کہ وہ کھا کر آیا ہے۔

"کہیں باہر جانے کا ارادہ ہے۔" وہ جانتا تھا کہ اس کے نہیں کہنے پر وہ سیف کا بیڈ درست کر کے رضائی وغیرہ رکھ کر کھانا کھانے چلی جائے گی۔ یہی ہوا کھانا کھا کر آتے ہی وہ اپنے بستر پر جا لیٹی۔ اگر سیف خود سے کوئی بات کہہ دے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ سفیان کو اپنے سینے سے لگا کر نیند کی وادیوں میں گم ہو جائے گی۔

وہ اپنے فرض میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتی تھی۔ ہر کام وقت پر ملتا تھا۔ کبھی بے جا فرمائش نہیں کرتی تھی کبھی جھگڑتی بھی نہیں تھی... مگر یہ سب عجیب تھا۔ کوئی کمی بھی نہیں تھی وہ تو سیف کی عمر کا تقاضا تھا جس کی خواہش اس کے دل میں تھی کہ کبھی وہ روٹھے اور منائے' کبھی..... مگر وہ برف کی مانند تھی' اس کے مزاج میں کوئی گرمی نہیں تھی۔

کبھی کبھی تو مشعل ایک روبوٹ محسوس ہوتی تھی مگر سفیان کے ساتھ وہ بہت خوش تھی ممتا کی بھرپور تصویر دکھائی دیتی تھی... وہی ناصحانہ انداز جو سفیان' سمن کے لیے تھا وہی اکثر سیف کے سامنے بھی اجاگر ہو جاتا۔

"آپ یہاں نہ بیٹھیں ٹھنڈ لگ جائے گی۔"

"اتنے ٹھنڈے موسم میں فلاں چیز نہیں کھایا کریں زکام ہو جائے گا۔"

یا پھر

"رات گئے تک پڑھنے سے بینائی کمزور ہو جاتی ہے۔"

اسے کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ بیوی ہے۔ لگتا تھا جیسے استاد ہو۔

سیف کا دماغ اسی طرح چل رہا تھا۔ اس نے خود کو سرزنش نہیں کی اسی نہج پر سوچتا رہا کہ مشعل اور سمن میں عمروں کا ہی نہیں مزاج کا بھی تضاد ہے۔

"سمن میں وہ سب کچھ ہے جو میں چاہتا ہوں اور وہ جو بی بی مشعل میں نہیں۔" ان تمام خیالات کے آخر میں اسے محض یہی بات سمجھ میں آئی۔

پھر یہ ہوا کہ اسے سمن بہت اچھی لگنے لگی۔ اس کی ایک ایک ادا اس کا ایک ایک نخرہ' اس کی سادگی' اس کی معصومیت' اس کی ذات کا بچپنا' جو اسے مشعل کے بزرگانہ انداز کے مقابلے میں بہت بھلا معلوم ہوا۔ وہ خود پر انحصار کروانے کے بجائے اس پر انحصار کرتی تھی۔ اس کی ذرا سی ڈانٹ سے ڈر جاتی' اس کی ذرا سی اپنائیت سے بہت زیادہ خوش ہو جاتی۔ اپنی عمر کی لڑکیوں کی طرح اچھلتی کودتی۔ کبھی کبھار سیف سے لڑ بھی پڑتی ہے۔ کبھی سیف کس بات پر غصہ دکھاتا تو مسکرا کر معذرت کرتی۔

اسے سب کچھ انوکھا لگ رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اس نے پہلے غور کیوں نہیں کیا تھا حالانکہ سمن تو پہلے ہی یہیں موجود تھی۔

مشعل اور سمن' مشعل کے میکے چلے گئے تھے۔ سفیان بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ تین روز رہنے کے بعد وہ واپس آئے سوئے اتفاق سمن گھر میں جب داخل ہوئی تو سیف سامنے ہی دروازے کے قریب موجود تھا۔ تین دنوں میں اس نے سمن کو جتنی شدت سے یاد کیا اور اس کی کمی کو محسوس کیا تھا پچھلی ساری عمر کے دور میں بھی کسی کو نہیں کیا تھا۔ وہ بے قراری سے آگے بڑھا۔

"تم آگئیں سمن؟ اب کبھی مت جانا۔"

اس کے قریب ہی آتی ہوئی مشعل چونک گئی کیونکہ سیف کا انداز بہت مختلف تھا۔ اتنا عجیب کہ

مشعل محسوس کیے بنا نہ رہ سکی۔

"ارے واہ! اتنا مزا آیا وہاں کہ کیا بتاؤں ہے ناں سفیان۔" سمن بڑے مزے سے بولی۔

"ہم جو یہاں بری طرح بور ہوئے۔ اس کی کوئی فکر نہیں ہے تمہیں۔"

سیف نے ناراضگی سے کہا پھر شاید اسے خود ہی اپنے انداز کا احساس ہو گیا تھا وہ مشعل کی سمت مڑا اور بات بدل کر بولا۔

"سفیان کے بغیر ہمارا دل کہاں لگتا ہے بھلا۔"

"ہاں جس کی سمت ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر اب تک نہیں دیکھا۔" دل تو چاہا کہہ دے مگر وہ سوچ کر رہ گئی۔

"سفیان بھی آپ کو بہت یاد کر رہا تھا۔" سمن نے کہا۔

"اور تم؟" سیف نے بے ساختہ کہا پھر جلدی سے مشعل کی سمت بھی دانستہ مڑا۔

"بی بی مشعل آپ نے یاد نہیں کیا ہمیں۔"

"صرف تین ہی تو دن ہوئے تھے وہاں.... آپ آ بھی تو سکتے تھے ادا شاہ میر کا گھر زیادہ دور تو نہیں ہے۔" مشعل نے کہا تو سیف نے جتایا۔

"بڑے الجھے ہوئے تھے ہم رات کو ہی واپسی ہوتی تھی۔ آج فرصت ملی تھی سوچا تھا چلے جائیں گے مگر آپ لوگ خود ہی چلے آئے یہ تو اچھا ہوا ناں۔"

وہ لوگ اندر چلے گئے... سیف بھی اپنے کمرے میں مشعل کے پیچھے چلا آیا۔ سفیان سیف سے لپٹا بیٹھا رہا چند ایک ادھر ادھر کی باتیں سیف خود ہی کرتا رہا مشعل ہوں، ہاں میں جواب دیتی رہی۔ سیف کو بوریت محسوس ہونے لگی تھی۔ مشعل اپنے کپڑے الماری میں رکھ رہی تھی ساتھ ساتھ سیف کی گفتگو سن رہی تھی۔ سیف کو لگا کہ وہ اکیلا ہی بول رہا ہے۔

"بی بی مشعل! یہاں بیٹھیے ناں ہمارے پاس کپڑے تو بعد میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ تو مشعل نے آخری جوڑا اندر رکھ کر الماری کے پٹ بند کیے۔

"ذرا سی دیر کی بات تھی ہو گیا یہ کام۔" وہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"سمن شاید کپڑے رکھ رہی ہو گی اپنی الماری میں۔" مشعل نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"آپ اس سے باتیں کریں میں اس کو بھیجتی ہوں، مجھے ذرا رات کے کھانے کا انتظام تو کروانا ہی پڑے گا۔ اماں کو بھی سلام کر آؤں ورنہ وہ بھی ناراض ہوں گی۔ بابا تو ابھی تک لوٹے ہی نہیں ہوں گے ہے ناں۔"

وہ فوراً" ہی کھڑی بھی ہو گئی اور یہ سارے جملے اس نے کمرے سے نکل جانے تک ادا کیے۔ سیف نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔" سیف نے بے ساختہ کہا مگر بہت دھیمے لہجے میں مشعل سن نہ سکی۔ وہ تو لحاظ مروت میں اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔ سفیان سیف کو بتا رہا تھا کہ ماموں نے اسے کیا کیا کھلونے دیے.... کپڑے اور بسکٹ کے ڈبے دلوائے... اسے اپنے ہمراہ شہر بھی لے گئے تھے.... سیف کو اس کی باتیں اچھی لگ رہی تھیں۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ مشعل نے سمن کے آنے کا کہا تھا۔ سمن بھی شاید کسی اور مصروفیت میں الجھ کر اس طرف نہیں آئی۔

مشعل نے رات کے کھانے کا کہلوایا تو وہ اور سفیان کھانے کے کمرے میں چلے آئے۔ سمن یہاں بھی نہیں تھی۔ سیف کی نگاہ اسے چپکے سے کھوجنے لگی۔ دل کے چور نے پوچھنے سے باز رکھا مگر شاید مشعل بھانپ گئی۔

"سمن اپنا یونیفارم پریس کر کے آ رہی ہے۔"

"آں... ہم تو... اماں کو ڈھونڈ رہے تھے۔" وہ بے وجہ گڑبڑایا۔ مشعل کو اس کے انداز پر الجھن ہونے لگی تھی۔

"اماں شام کا کھانا ہمیشہ بابا کے آنے کے بعد ہی کھاتی ہیں۔" مشعل نے اسے روٹین یاد دلائی۔

"اوہ ہاں!" وہ ذرا سا کھسیانا ہوا۔ اسی وقت سمن چلی آئی۔

"آپ لوگ کھانا شروع کر دیتے بھئی میرا کیا ہے سب سے آخر میں آؤں گی تو بھی پہلے ہی کھا کر چلتی

CamScanner

بنوں گی۔" وہ مسکرا کر بولی اور دستر خوان پر بیٹھ گئی۔
"ہائے اللہ ٹھنڈی کون کھائے؟" وہ منہ بنا کر بولی۔
"یہ لو چار کباب تھے' میں نے تمہارے لیے ہی تلے ہیں۔" مشعل نے پلیٹ اس کے آگے کھسکائی۔
"تمیں بھی کباب کھاؤں گا۔" سفیان نے فوراً کہا۔
"تو کھاؤ۔" سمن نے ایک کباب سفیان کی پلیٹ پر رکھا تو وہ مچل گیا۔
"تم پورے تین اور میں صرف ایک۔ مجھے تو تین چاہئیں۔"
"اچھا پھر دونوں کے دو دو ٹھیک ہیں۔" سمن نے صلح صفائی چاہی سفیان مان گیا اور سب مل کر کھانا کھانے لگے۔

*_*_*

اگلے دن سے سمن پھر سے کالج جانے لگی تھی سیف بخوشی اسے چھوڑنے اور واپس لینے کے لیے جاتا تھا۔ مگر اب اس کا رویہ سمن کے ساتھ غیر معمولی تھا۔ مشعل تو محسوس کر ہی رہی تھی۔ سمن بھی ایک روز چونک اٹھی پھر اس نے غور کرنا شروع کیا تو سمجھ میں آیا کہ سیف اس میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لینے لگا ہے۔ یہ سمجھ میں آتے ہی وہ دانستہ سیف سے کترانے لگی۔ اس کی موجودگی میں ادھر ادھر ہو جاتی اگر وہ توجہ نہ دیتا تو کوئی بات نہ تھی' جب وہ باقاعدہ سمن کو ادھر ادھر کھوجنے لگا.... تو وہ گھبرا گئی۔ کچھ کہہ بھی تو نہیں سکتی تھی۔ سب کچھ سیف کے اطوار سے ظاہر ہوتا تھا زبان سے ابھی اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔
رات کے کھانے پر مشعل سمن کو بلانے گئی تو اس نے مصروفیت کا بہانہ کر ڈالا۔
"آپ لوگ کھا لیجیے میرا کل ٹیسٹ ہے' میں کچھ دیر پڑھنے کے بعد کھاؤں گی فی الحال بھوک بھی نہیں ہے۔" مشعل واپس آ گئی۔
سیف کی نگاہ سمن کو ڈھونڈ رہی تھی۔ ہر بار کی طرح مشعل نے چوری پکڑ لی مگر جان بوجھ کر کچھ بولی ہی نہیں.... سیف نے پوچھا بھی نہیں۔ اس سے ڈھنگ سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا.... وہاں سے فوراً فارغ ہو کر وہ سمن کے کمرے کی سمت دوڑا۔ وہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے کوئی رسالہ پڑھنے میں مگن تھی۔
"تم نے کھانا نہیں کھایا سمن؟"
"بھوک نہیں تھی۔" وہ اسی انداز میں بیٹھی ہوئی بولی۔
"آج تو ہمیں بھی بھوک نہیں تھی مگر بی بی مشعل کا دل نہیں ٹوٹ جائے اس لیے زبردستی کھا لیا۔ تمہارے لیے بازار سے کوئی اچھی چیز لاؤں؟"
"نہیں۔" سمن نے صاف انکار کر ڈالا پھر اٹھتے ہوئے بولی۔
"کچھ دیر پہلے بی بی مشعل نے بلایا تھا' شاید کوئی کام ہوگا' میں ذرا دیکھوں۔" وہ جانے لگی تو سیف نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
"ایسا تم فقط ہم سے پیچھا چھڑانے کے لیے کہہ رہی ہو ورنہ بی بی مشعل تو کافی دیر سے مسلسل تمہارے ساتھ ہی تھیں۔"
"میں بھلا آپ سے کیوں پیچھا چھڑانے لگی۔" اس کی اچانک چوری پکڑ لینے پر وہ ذرا سی پزل ہو گئی۔
"یہ تو اپنے آپ سے پوچھو۔" وہ شکوہ کناں نگاہ سے دیکھتے ہوئے بولا۔
"ادھر بیٹھو ہمارے پاس۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلکے سے اس انداز میں کھینچا کہ وہ اس کے قریب جگہ پر آ کر بیٹھ جائے۔ سمن ناچار بیٹھ گئی تو وہ سادگی سے بولا۔
"سمن' ہمیں اچھا لگتا ہے کہ تم ہماری نگاہوں کے مرکز میں رہو' ایسا کیوں ہے' ہم نے کئی بار سوچا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ اچانک ہمیں کیا ہو گیا۔ تم ہمیں بہت اچھی لگنے لگی ہو۔ سب سے اچھی شاید خود ہم سے بھی زیادہ۔"
"آپ کو مجھ سے ایسی بات نہیں کرنی چاہیے ادا سیف۔"
"مگر ہم اس دل کا کیا کریں اب تو دماغ نے بالکل کام ہی کرنا چھوڑ دیا ہے۔" وہ بے بسی سے بولا۔
"بارہا ہم نے خود کو اس فعل سے باز رکھنے کی سعی کی مگر ہم ہر بار ہار گئے۔ تمہاری من میں بسی شبیہہ ہر

شے کو مات دینے جاتی ہے۔ تم ہی کہو سمن کہ ہم کیا کریں؟۔"

سمن خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تم ہماری گفتگو سے پریشان تو ضرور ہو رہی ہو گی سمن مگر ہم کیا کریں تم کو بھی نہ کہیں تو پھر کس سے کہیں اب تو ہم اپنے آپ سے لڑ لڑ کر بھی تھک گئے ہیں۔"

"میں جاؤں ادا سیف۔"

سمن کا سارا جسم لرز رہا تھا چہرہ خفت کے مارے سرخ ہو رہا تھا سیف کو فوری طور پر جھڑکا بھی نہیں گیا وہ اسے ناپسند نہیں کرتی تھی۔ مگر اس لحاظ سے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا' اور پھر ان سب کے در پردہ بی بی مشعل کا خیال وہ عجیب طرح کی کیفیات سے دوچار تھی۔ وہاں مزید بیٹھے رہنا محال تھا ہاتھ پر سے سیف کی گرفت ڈھیلی پڑنے کی دیر تھی وہ فوراً "اٹھ کر باہر کی سمت دوڑ گئی' سیف نے ٹھنڈی سی طویل آہ بھری اور خود بھی اٹھ کر چل دیا۔

سمن بری طرح الجھ گئی تھی اس کے پاس تو رہنے کا ٹھکانہ بھی نہیں تھا۔ سیف سے کب تک چھپتی بی بی مشعل کو ان کے ہی شوہر کی حرکات سنانا بھی محال تھا ہر وقت گھر میں دھڑکا ہی لگا رہتا پریشانی میں راتوں کو رونے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

اسے کالج سے ناغہ کرتے ہفتے سے زیادہ ہو گیا تو مشعل چونکی وہ تو سمجھ رہی تھی کہ شاید چند دن یونہی چھٹی کے موڈ میں ہے۔ ایسا وہ اکثر کرتی تھی مگر دو تین دن سے زیادہ ایسا نہیں ہوا تھا' وہ تو سیف سے بچنے کے لئے کالج نہیں جا رہی تھی۔ راستے میں تو تنہائی میسر ہونے کی وجہ سے وہ اور بھی جانے کیا کچھ کہتا۔ وہ اس قدر ڈر گئی تھی کہ کالج جانا ہی ترک کر دیا۔

مشعل کے استفسار پر گھبرا کر رونے لگی تو مشعل نے سینے سے لگا کر پچکارا۔

"میں کالج نہیں جاؤں گی بی بی مشعل۔"

"مگر کیوں؟۔"

"میں اس خوش بختی کے قابل ہی کہاں؟۔"

اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا اپنے دل کی بات وہ مشعل سے ہی کرتی تھی۔ یہ سب کہا بھی نہیں جا رہا تھا۔

"ایسی بھی کیا بات ہو گئی؟۔"

"میرا پڑھائی میں دل نہیں لگتا ہے بس۔"

"کہاں دل لگ گیا ہے تیرا؟۔" مشعل نے شوخ انداز میں چھیڑ کر اس کا موڈ بحال کرنا چاہا تو وہ مزید رو پڑی۔

"اب تو ہر شے سے جی اچاٹ ہو گیا ہے۔"

"کیا چاہتی ہے؟"

"میرا بیاہ کر دیں۔" اس کے پاس بی بی مشعل کا گھر بچانے کا یہی واحد حل تھا

"ہائیں یہ اچانک کیا من میں سما گئی۔"

"ہاں اس میں سب کی بھلائی ہے' کوئی بھی ہو' کیسا بھی مجھے بیاہ کر بھیج دیں وہاں جو میرا اپنا گھر ہے۔ جہاں مجھے سکون سے رہنے کو ملے نہ سکوں کوئی دھڑکا کوئی ڈر نہ ہو۔"

وہ آنسوؤں کے درمیان ہی بول رہی تھی۔

"کیا یہ تیرا اپنا گھر نہیں ہے اور یہاں کیا دھڑکا ہے کیسا ڈر ہے۔"

وہ ناراضگی سے بولی پھر کچھ دیر سوچا تو کچھ کچھ اصل حقیقت سے آگاہی کا احساس ہو چلا' دل میں ذرا سا رنج تو محسوس ہوا' مگر کہیں یہ گمان بھی تھا کہ خیال غلط بھی ثابت ہوا کرتے ہیں۔

"انہوں نے میرا مطلب ہے تمہارے ادا سیف نے کچھ کہا۔"

"آں۔" وہ چونک کر سینے سے علیحدہ ہوئی۔ "ادا سیف بھلا کیا کہیں گے؟ بی بی مشعل مجھے تو شادی کرنی ہے بس۔ ورنہ مجھے میرے بابا کے پاس شہر بھجوا دیں میں اب یہاں۔"

"ضرور کوئی گمبھیر مسئلہ ہے ورنہ اس سے قبل تو تم شادی کے نام سے بھی۔" وہ الجھ گئی۔

"اچھا تم چند دن شہر جا کر رہ آؤ میں تمہارے بابا وغیرہ سے بات کروں گی۔ مگر میرے خیال میں ابھی تمہاری عمر شادی کی نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے میری سہیلیوں کی بھی تو ہو گئی ہے۔"

وہ فوراً "بولی۔

"اچھا بابا کروا دیں گے شادی۔" اس بار مشعل مسکرائی

"اچھا سا دلہا ڈھونڈنے میں ذرا وقت لگے گا ناں!!"

"اچھا ہو یا برا' بڈھا بچہ' کانا لنگڑا' خواہ کیسا بھی ہو۔ بس جلدی شادی کر دیں میری۔"

"اللہ نہ کرے کوئی ایسا ویسا کیوں میں تو اپنی سمن کا بیاہ کسی شہزادے سے کروں گی۔"

"ذات برادری میں تو شاید ہی کوئی ملے گا۔" سمن نے ناک بھوں چڑھا کر کہا۔

"اچھا اب یہ موضوع ختم کرو۔ یہ بتاؤ شہر کب جانا ہے۔"

پھر مشعل اس کے شہر جانے کے مسئلے کو ڈسکس کرنے لگی بات کہاں سے کہاں نکلتی گئی یہ قصہ وقتی طور پر تحت الشعور میں چلا گیا کہ گفتگو کا اصول ہی یہی ہوا کرتا ہے۔

مشعل نے اگلے ہی روز ملازم کو بھیج کر اطلاع پہنچوائی کہ سمن شہر آنا چاہتی ہے۔ تو نعمان چچا کا جواب ملا کہ جب چاہے بھیج دو اگر وہ چند دن یہاں رہنا چاہتی ہے تو کوئی حرج نہیں ظاہر ہے کہ وہ قطعی تو انکار کر ہی نہیں سکتے تھے۔ سمن آخر ان ہی کی بچی تھی۔ سمن کو بڑا افسوس ہوا کہ "چند دن" کیوں ہمیشہ کیوں نہیں۔

یہ بھی سچ تھا کہ اس کا دل وہاں لگتا ہی نہیں تھا پھر بھی اس نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اب وہاں سے واپس نہیں آئے گی۔ خواہ وہاں اسے کسی بھی حال میں کیوں نہ رہنا پڑے۔ سوتیلی ماں کا سلوک کیسا ہی کیوں نہ ہو وہ یہاں نہیں لوٹے گی مگر اس نے اپنے دل میں طے کیے ہوئے اس پروگرام سے مشعل کو آگاہ نہیں کیا تھا۔

جب ہی مشعل اس کے رخصت کے وقت گرنے والے آنسوؤں کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"یہ موتی ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جلد ہی لوٹ کر تو آنا ہے دیکھو زیادہ دن مت رہنا تمہاری پڑھائی پر اثر پڑے گا۔"

وہ چلی گئی سیف کو اچھا نہیں لگا۔

اس کی اداسی و پریشانی اس کے ہر ہر انداز سے عیاں تھی مشعل اس کی بے کلی کو واضح طور پر محسوس کر رہی تھی۔ چند دن اس نے سمن اور سیف کے آپس کے رویوں پر غور کیا تھا سمن بہت کھنچی کھنچی رہتی تھی۔ سیف اسی کا دم بھرتا تھا اب تو اس کی صورت کسی لٹے ہوئے قافلے کی مانند ہو گئی تھی۔ خاک اڑاتا' تھکا ماندہ سا دکھائی دے رہا تھا' مشعل کو اس کی خاموشی سے وحشت ہونے لگی تھی۔ وہ خواہ اس سے بہت زیادہ گفتگو کی عادی نہ تھی مگر اس درجہ لاتعلق بھی نہ تھی۔ اس نے ایک شب بہت نرمی سے پوچھ لیا۔

"آپ کو کیا ہو گیا ہے۔"

"ہمیں؟" وہ ذرا سا چونکا پھر ایک آہ بھری۔

"نہ جانے کیا ہو گیا ہے؟۔"

"کیا میں آپ کی الجھن کا حل نکال سکتی ہوں۔" وہ دوستانہ انداز میں بولی۔

"آج تک آپ ہی ہماری ہر الجھن کا حل نکالتی آئی ہیں وہ بھی کچھ یوں کہ ہمیں پتا بھی نہیں چلتا مسئلہ اپنے آپ سلجھ جاتا ہے۔"

"آپ اپنے دل کی خلش مجھے کیوں نہیں بتاتے شاید میں کسی طرح کی خدمت کر سکوں؟۔"

"بی بی مشعل ہم نہ جانے کیوں ابتدا ہی سے آپ کی ناراضگی سے اور آپ کو دکھ دینے سے ڈرتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ ہمارے دل میں آپ کے لئے بہت جگہ ہے مگر کبھی کبھی انجانے میں' بنا سوچے سمجھے ہم سے ایسی خطائیں ہو جاتی ہیں جو خود ہماری اپنی سمجھ سے بالاتر ہوں۔" وہ ذرا پریشان لہجے میں بولا۔

"آپ کے دل میں جو ہے وہ کہہ ڈالیں' یہ سوچے بغیر کہ میں دکھی ہو جاؤں گی۔ ایک راز کی بات بتاؤں' میں اب کسی بات پر افسردہ نہیں ہوتی' ذرا سی پریشان ہوتی ہوں اور بس پھر بھول جاتی ہوں مجھے تو عادت ہو گئی ہے احساسات پر حاوی ہو جانے کی میری فکر نہ کریں۔"

سیف کا دل چاہا کہ وہ اپنا دل کھول کر مشعل کے سامنے رکھ دے مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔

"بس ہم نہیں کہہ سکتے۔"

"پھر تو جو میں سمجھ رہی ہوں وہی درست ہے۔" وہ قطعی لہجے میں بولی اور اس کے پاس سے اٹھ کر اپنے بیڈ پر جا بیٹھی۔ سیف کچھ دیر تو یونہی چت لیٹا اس کے جملے پر غور کرتا رہا پھر اٹھ کر فوراً مشعل کے پاس آیا اور بیٹھ گیا۔

"آپ کیا سمجھی ہیں؟۔"

"آپ کے اور سمن کے رویوں سے جو اندازہ میں نے لگایا ہے وہی درست ہے۔"

سمن کا نام آجانے پر سیف کو یقین ہو گیا کہ مشعل نے خود ہی اس کے دل کی بات جان لی ہے۔

"یہی کہ سمن آپ کو اچھی لگتی ہے۔" اس نے خود ہی مزید بتایا۔ "مگر سمن آپ کی اس پیش قدمی پر گھبرا کر یہاں سے فرار چاہتی ہے۔"

"یہ سب آپ نے کیسے سوچ لیا؟۔" وہ ذرا خفت زدہ ہوا نگاہ ملائے بغیر بولا۔

"کیا میں نے غلط کہا؟ سمن آپ کو پسند نہیں؟ آپ سمن سے پیار نہیں کرتے کیا آپ کو سمن سے محبت نہیں۔" مشعل کے تمام سوالوں کے جواب میں سیف کی ایک چپ ہی تھی۔

"اس خاموشی کا مطلب اقرار نہیں تو اور کیا ہے۔" وہ ذرا آہستہ سے بولی۔

"ایسا دانستہ نہیں ہوا بی بی مشعل۔" اس نے سہمے ہوئے انداز میں اعتراف کیا۔ وہ مرد تھا، دھمکی آمیز لہجہ بھی اختیار کر سکتا تھا۔ دھڑلے سے اپنی محبت کا دعوے دار بن جاتا مگر سیف سچ مچ مشعل کو دکھی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"سمن اچھی ہے۔ بہت اچھی ہے مگر وہ اتنا گھبرا چکی ہے کہ کسی بھی شخص سے شادی کرنے پر آمادہ ہے سوائے آپ کے۔" مشعل نے اسے بتایا۔

"شادی؟۔" سیف نے چونک کر پوچھا "وہ تو شادی کے خلاف تھی۔"

"اب وہ جلد سے جلد شادی کرنا چاہتی ہے کیونکہ وہ آپ سے ڈرتی ہے وہ اس بات سے ڈر رہی ہے کہ کہیں میں۔۔۔ مجھے تو خود سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کروں؟۔" وہ پریشان تھی سیف کو دکھ ہونے لگا وہ شرمندہ بھی تھا۔

"آئی ایم سوری بی بی مشعل۔"

"رات بہت ہو گئی ہے سو جائیے۔" مشعل نے مزید کچھ کہنا سننا بہتر نہیں سمجھا۔ سیف بھی کیا کہتا چپ چاپ سونے کے لئے چلا گیا۔ مگر نیند کسے آرہی تھی۔

*_*_*

کافی دن گزر گئے سمن نے واپسی کا کوئی ارادہ نہ باندھا تو اس کی سوتیلی ماں مہرالو کو اچنبھا ہوا کیونکہ سمن نے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ واپسی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی چنانچہ انہوں نے شوہر سے بات کی کہ سمن آخر واپس کب لوٹے گی۔

گو کہ سمن کی آمد سے اس گھر کے کام کاج میں کافی سہارا ہو گیا تھا مگر اس کے لئے تو نوکر بھی موجود تھے، سوتن کی اولاد گھر میں چلتی پھرتی بھی آنکھ میں نہ جچتی تھی۔ حالانکہ وہ بے ضرر تھی مگر بعض عورتوں کی فطرت ہی ایسی ہوا کرتی ہے۔ باپ اسے جانے کا تو کہہ نہیں سکتے تھے مگر بہانے سے معلوم کرنا چاہا کہ آیا وہ واپسی کا ارادہ بھی رکھتی ہے یا نہیں لہٰذا انہوں نے ایک دن اس سے پوچھا۔

"کل میں گاؤں جاؤں گا اگر تمہیں کوئی کام ہو تو بتا دو۔"

"مجھے تو کوئی کام نہیں ہے۔"

"تمہارے کالج وغیرہ کی چھٹیاں ہیں کیا؟۔"

"نہیں۔" وہ ان کا مطلب واضح طور پر سمجھ چکی تھی۔

"تمہاری پڑھائی کا حرج نہیں ہو گا۔"

"میں نے کالج چھوڑ دیا، اب میں گوٹھ نہیں جاؤں گی یہیں رہوں گی۔" وہ آرام سے بولی۔

"کالج چھوڑ دیا؟ کیا کسی نے کچھ کہا ہے۔"

"نہیں میری اپنی مرضی یہی ہے میں آپ کی ذمہ داری ہوں تو کسی اور پر بوجھ کیوں بنی رہوں مجھے لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنا اچھا نہیں لگتا۔"

"ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔" نعمان اس کے قطعی لہجے سے پریشان ہو گئے تھے مزید کچھ بات تو نہ کی البتہ

حقیقت جاننے کے لئے گویا اگلے ہی دن چلے گئے مشعل سے بات ہوئی تو مشعل نے کہا

"سمن کی شادی ہوجانی چاہیے۔"

"یکایک شادی کا خیال کیونکر ذہن میں آگیا۔"

"خیال تو پہلے سے تھا مگر رشتہ ڈھونڈیں گے تبھی ملے گا' سمن اب کالج نہیں جانا چاہتی ورنہ میری تو خواہش تھی کہ خوب پڑھ لکھ جائے مگر اس کی مرضی ہی یہی ہے ویسے بھی قصبے کا کالج صرف انٹر تک ہی ہے۔ مزید تعلیم کے لئے اسے حیدر آباد کے ہوسٹل میں رہنا پڑے گا شاید لوگ اعتراض کریں اس بات پر' اس کی شادی ہوجانا ہی مناسب ہے۔"

نعمان کی سمجھ میں مشعل کی زبان سے کی ہوئی بات آگئی تھی۔ انہوں نے شام کو اپنے بڑے بھائیوں یعنی مشعل کے سسر اور والد سے مشورہ کرنے کے لئے کہا اور یہ کہ وہ کل جواب دیں گے۔

شام کو مردانے میں محفل جمی جس میں موجود تھے اداشاہ میر' سیف اور مشعل کے والد اور سسر بمعہ نعمان چچا انہوں نے باقاعدہ سمن کی شادی کے بارے میں دریافت کیا تو سیف کے کان کھڑے ہوگئے۔

"خاندان بھر میں کیا کوئی ایسا رشتہ ہے جس سے سمن کی شادی کی جاسکے۔" سیف بے قراری سے بولا۔

"خاندان میں نہ ہوا تو اس کی شادی کہاں ممکن ہے ہمارے یہاں تو باہر کی لڑکیاں لانے تک کا رواج نہیں ہے تو باہر اپنی بیٹیوں کو کیسے بیاہ دیں گے۔" مشعل کے والد نے حتمی لہجے میں کہا۔

"شادی تو خاندان میں ہی کرنی پڑے گی۔ کہیں باہر بیاہ کر یک نیوڑی نہیں کرنی۔"

"خاندان میں تو اس کا ہم عمر کوئی لڑکا ہے ہی نہیں۔"

"سلطان احمد کا بڑا لڑکا ہے ناں' جس کی بیوی۔" مشعل کے سسر نے کہنا چاہا مگر اداشاہ میر نے فوراً ٹوکا۔

"وہ جس کی بیوی کا انتقال پچھلے جمعہ کو ہوا تھا اس کے تو پانچ بچے ہیں ادھیڑ عمر شخص ہے وہ بھلا سمن کا اس کا کوئی جوڑ ہے۔ اس کی بیٹی کی ہم عمر ہے وہ اکرم کی عمر نعمان چچا سے ایک دو سال ہی کم ہے ادا سمن صرف سولہ سال کی ہے۔"

اداشاہ میر بہت خفگی سے بولے وہ اس طرح کی بے جوڑ شادیوں کے سخت خلاف تھے۔

"پھر تو تمیں سال کا فرق ضروری ہوگا۔" سیف بہت بے قرار تھا۔

"اور تو کوئی ہے ہی نہیں۔" سیف کے والد نے قطعی انداز میں کہا۔

"سفیان ہے ناں سیف کا لڑکا۔" نعمان چچا نے دل کی بات زباں پر لاتے ہوئے کہا۔

"سفیان؟" سیف اور اداشاہ میر ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں سفیان صرف آٹھ سال کا ہی تو فرق ہے دونوں میں۔" نعمان چچا بولے۔

"وہ آٹھ سال چھوٹا ہے سمن سے بڑا نہیں ہے۔" سیف نے فوراً کہا۔

"تم بھی تو مشعل سے دس سال چھوٹے ہو۔" نعمان چچا کی بات پر سیف پہلو بدل کر رہ گیا۔ نعمان چچا کو تو بس اپنی بیٹی کو نبٹانے کی فکر پڑی تھی۔

"ورنہ میں تو باہر ہی کہیں بیاہ دوں گا۔"

"سمن جیسی سوہنی لڑکی کو ہم باہر تو نہیں جانے دیں گے۔" مشعل کے والد نے قطعی لہجے میں کہا۔

"پھر تو اس کا واحد حل یہی ہے ایسا ہوتا ہی آیا ہے جائیداد کے بٹوارے کا چکر بھی نہیں رہے گا۔ خاندان میں جہیز کی فکر بھی نہیں ہوگی۔ گھر کا معاملہ ہے اپنے لوگ اپنے ہی ہوتے ہیں نبھائیں گے' ماریں گے بھی تو چھاؤں میں لاکر۔" یہ جملے سیف کے والد نے کہے تھے انہیں نعمان چچا کے فیصلے سے اتفاق تھا سیف گنگ تھا کہ کچھ بولا ہی نہیں گیا کوئی بھی حتمی فیصلہ تو نہ ہوا مگر بات چیت یہیں ختم ہوگئی۔

سیف کے کمرے میں لوٹتے ہی مشعل نے پہلا سوال سمن ہی کی بابت کیا۔

"یہ لوگ سمن کی شادی کرنا چاہتے ہیں بھلا کس سے کچھ خبر ہے۔" وہ روہانسا ہو رہا تھا۔

CamScanner

"کس سے؟۔" مشعل بے تابی سے پوچھنے لگی۔

"سفیان سے۔"

"اپنے سفیان سے؟۔" وہ دل تھام کر رہ گئی تا نگوں میں سے جان ہی تو نکل گئی پلنگ کی پٹی سے جا ٹکی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟۔"

"ایسا ہوتا آیا ہے اگر سب بزرگ مل گئے تو ہم کچھ کر بھی نہیں پائیں گے۔" وہ انتہائی پریشانی میں مبتلا تھا۔

"کیوں نہیں کر پائیں گے؟ سفیان ہماری اولاد ہے۔ ہمارا حق ہے اس پر۔"

"سفیان نہیں ہو گا تو پھر وہ ہو گا اکرم' پانچ بچوں کا باپ جس کی بیوی پچھلے جمعہ کو مری تھی۔" اس نے اپنے قریبی رشتہ دار کا نام لیا۔

"وہ بڈھا کھوسٹ؟" مشعل دبی آواز میں چیخی۔

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گی سمن کی زندگی تباہ ہو جائے گی۔ وہ تو بہت نازک ہے۔"

مشعل کو سمن کی خوشیاں بہت عزیز تھیں اسے ساری رات نیند نہیں آئی۔ وہ اسی بابت سوچتی رہی سیف بھی کروٹیں بدل رہا تھا بالآخر مشعل ایک فیصلے پر پہنچ کر قدرے مطمئن ہو گئی' سیف جاگ رہا تھا۔

"کل میں نعمان چچا کے ساتھ شہر جانا چاہتی ہوں سمن کے پاس۔" سیف نے رخ موڑ کر اس کی سمت دیکھا۔

"ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ جب چاہیں جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔" مشعل کے چہرے پر پھیلے اطمینان و سکون نے نہ جانے کیوں سیف کی پریشانی کو ذرا سا ہلکا کر دیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ اسے سمجھ نہ آیا البتہ وہ جانتا تھا مشعل ہر مسئلے کا حل جانتی ہے۔

اگلی صبح مشعل نعمان چچا کے ہمراہ سمن کے مقابل موجود تھی سمن کو بے پناہ خوشی ہوئی۔

"میں تو آپ کی دید کو ترس گئی تھی بی بی مشعل۔"

"جبھی واپسی کے تمام ارادوں سے بے نیاز ہو کر یہاں آئی تھیں؟۔"

مشعل نے شکوہ کیا سمن کو اپنے سینے سے لگا کر ہمیشہ کی طرح ڈھیر سارا پیار کیا تو خود اس کے دل میں بھی سکون کی لہر دوڑ گئی۔

"یہی محبت ہے ناں تیری' بی بی مشعل کو چھوڑ کر چلی آئی۔" سمن کا دل چاہا وہ ان کے ساتھ فوراً یہاں سے چلی جائے کیونکہ جو خوشی وہاں تھی جو اطمینان وہاں تھا وہ یہاں میسر ہی نہیں تھا۔

سمن سے مل کر مشعل ایک بار پھر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے لگی اسے ذرا عجیب سا لگ رہا تھا' جو رشتہ سمن سے اب تھا اور جو وہ آئندہ قائم کر لینے والی تھی ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا مگر کوئی چارہ بھی نہ تھا ایک اس کی قربانی پر تین زندگیاں سنور سکتی ہیں۔ وہ بھی ایسی زندگیاں جو اسے اپنی رگ جاں سے بڑھ کر عزیز تھیں۔ سمن' سیف اور سفیان ہمیشہ اسی پر انحصار کرتے آئے تھے اب جب کہ امتحان کی گھڑی تھی تو اسے اس میں کامیاب ہونا ہی تھا۔

پھر نے وہی فیصلہ کیا' تاریخ اپنے آپ کو نہیں دہرائے گی۔ سمن اور سفیان کی شادی کرنے کی غلطی کبھی نہیں کرے گی۔

پہلے تو اس نے تسلی سے کھانا وغیرہ کھایا سمن اس کے آگے پیچھے پھر رہی تھی وہ سمجھ رہی تھی کہ بی بی مشعل اس کی محبت میں چلی آئی ہیں۔ اسے اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ مشعل اس سے کسی موضوع پر اور کیا بات کرنے آئی ہے۔

رات کو جب وہ بڑے مزے سے مشعل سے لپٹ کر سونے کی کوشش میں مصروف گوٹھ کے حالات جاننے کی بھی کوشش کر رہی ہے تو مشعل نے ہی موضوع چھیڑا

"میں نے نعمان چچا سے تمہاری شادی کے لئے بات کی تھی۔" سمن ایک جھٹکے سے چونکی۔

"کیا کہا انہوں نے؟۔"

"بزرگوں میں بات چھیڑی تھی اور جانتی ہو کیا فیصلہ ہوا؟۔"

"کیا ___" چار سو خاموشی کے درمیان سمن کی خوبصورت آواز بہت آہستگی سے گونجی۔

"یہ لوگ تمہاری شادی سفیان سے کرنا چاہتے ہیں۔"

"مگر کیا___؟" اس بار اس کی چیخ بلند تھی۔
"کیا تم راضی ہو؟" اس نے یونہی پوچھ لیا تھا۔ "آیا سمن فوری طور پر کیا جواب دیتی ہے" سمن چند لمحے خاموش رہ گئی وہ حنگ تھی پریشان تھی کچھ سمجھ میں نہیں آیا اس اچانک اتاد نے اسے ہراساں کر دیا۔

"بولو؟" مشعل نے پھر سے پوچھا تو وہ مشعل سے مزید لپٹ گئی۔

"میں تو آپ کی خوشی میں خوش ہوں بی بی مشعل میں جانتی ہوں آپ میرا برا بھی نہیں چاہیں گی۔؟" مشعل سے اپنی آواز کی بھراہٹ پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا اگر وہ یہاں مضبوط نہ ہوتی تو ہر جگہ کمزور پڑ جاتی۔ مسلم اور تمین زندگیاں برباد ہو جائیں اس نے سمن کو اپنے ساتھ بھینچ لیا۔

"میں تمہارے ساتھ یہ ظلم نہیں ہونے دوں گی: کیونکہ میں جانتی ہوں تم اور سفیان ان طرح کے حالات میں کبھی خوش نہیں رہ سکو گے اس لئے میں نے کچھ اور سوچا ہے اور میں چاہتی ہوں تم میرا ساتھ دو" سمن کے دل میں خوشی کی بجلی سی لہر دوڑ گئی کہ واقعی مشعل اس کے ساتھ یہ ظلم نہیں ہونے دیں گی۔

"تمہارا اسیف کے بارے میں کیا خیال ہے۔"
"کیا مطلب؟" اسے پہلے سے کہیں برا جھٹکا لگا۔
"اداسیف تو___"
"وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں سمن۔"
"مگر بی بی مشعل اداسیف آپ کے شوہر ہیں آپ۔" ___

"وہ مجھ سے نفرت نہیں کرتے سمن مگر وہ مقام جو ایک بیوی کا ہونا چاہیے وہ اب تک مجھے نہیں ملا' سفیان کی آمد بھی ایک حادثہ تھی' ہمارے مابین رشتہ ایک مجبوری ہے وہ مجھے خوش دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے یہ کہنے سے ڈرتے ہیں کہ وہ تم سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں مگر ان میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ یہ ضد کر سکیں یعنی تم سے شادی کرنے کی۔ جانتی ہو تمہارے چلے آنے سے وہ کتنے بے قرار ہو گئے بے چارے اس وقت بھی کچھ بول نہ سکے جب بزرگ مل کر تمہاری اور سفیان کی قسمت کا فیصلہ کر رہے تھے

آپ کی لائبریری کے لئے 20 دیوان

دیوانِ جگر___ رئیس المتغزلین حضرت جگر مراد آبادی کی شاعری کا مجموعہ،
دیوانِ ظفر___ آخری مغل تاجدار کی رُلا دینے والی غزلیں
دیوانِ ذوق___ صفائی زبان اور پاکیزگی خیال کی شاعری
دیوانِ درد___ تصوف کی چاشنی سے مملو غزلیں،
دیوانِ میر___ غزل کے سب سے بڑے شاعر کا کلام،
دیوانِ داغ___ چلبلے شاعر کی چلبلی غزلیں،
دیوانِ ساغر صدیقی۔ درویش خدامست کی مشہور و مقبول غزلیں،
دیوانِ آتش___ بانکے غزل گو کی دل میں اتر جانے والی غزلیں،
دیوانِ مومن___ عاشقانہ شاعری کے دلدادگان کے لیے خاص الخاص تحفہ،
دیوانِ فراق___ دورِ جدید کے نمائندہ شاعر کا حیرت کدہ
دیوانِ اکبر___ طنز و تغزل کا حسین و جمیل مرقع
دیوانِ ساحر___ عوام کے لیے دل موہ لینے والی عوامی شاعری،
دیوانِ حسرت___ عاشقانہ مضامین کی شوخیاں، سرمستیاں
دیوانِ حالی___ دردمند دل کی اثر آفریں پکار،
دیوانِ مصحفی___ نفیس شاعر کی نفیس ترین غزلیں،
دیوانِ ولی___ اردو غزل کے باوا کی شیریں دُھنیں
دیوانِ نظیر___ شاعرِ انسان و فطرت کا دلآویز گلزار
دیوانِ غالب___ کلام آفتابِ سخن
دیوانِ شیفتہ___ روایت پرست شاعر کا ارمغان،
دیوانِ سودا___ استادوں کے استاد کا استادانہ کلام

پتہ ذیل پر خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں:

خیام پبلشرز چوک اردو بازار لاہور

اگر سفیان نہیں ہوگا تو وہ لوگ تمہیں پانچ بچوں کے ادھیڑ عمر باپ سے بیاہ دیں گے۔ سمن یہ ظلم ہے تم پر بھی سیف پر بھی۔"

"اور جو آپ سوچ رہی ہیں وہ آپ پر ظلم نہیں ہوگا کیا۔" سمن نے احتجاج کیا۔

"سمن میں نے اپنی حیات تقریباً گزار ہی لی ہے تمہاری ابھی ساری عمر پڑی ہے سیف بھی نوجوان ہے بچپن کی بے خبری میں جوان کے ساتھ ہوا اس میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا پھر وہ کس لئے سزا پاتے رہیں اگر تمہاری شادی کہیں ایسی ویسی جگہ یا سفیان سے ہو گئی تو ان کی جان کو تمام عمر کا روگ لگ جائے گا۔ دوسری شادی کرنا کوئی گناہ نہیں اور پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ میرے خیال میں سیف سے بڑھ کر تمہارے لئے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جوڑے تمہارے جوڑے ہیں۔ میرا کیا ہے سمن میں تو ہمیشہ تم سے محبت کرتی آئی ہوں اور یقین کرو اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ میری فکر نہ کرنا۔"

"بی بی مشعل! آپ مجھے بہت بڑی الجھن میں ڈال رہی ہیں۔"

"کوئی الجھن نہیں ہے سب کچھ بہت واضح اور بہت صاف ہے بزرگوں کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا، میری تو خوشی اسی میں ہے کہ تم سیف اور سفیان سدا خوش رہو اپنے سفیان کی شادی انشاءاللہ ہم برادری سے باہر کرکے نئی بنیادیں ڈالیں گے۔ آئندہ نسلوں کے لئے راہ ہموار کریں گے تاکہ آئندہ کوئی مشعل صلیب پر نہ چڑھنے پائے۔" سمن لاجواب تھی۔

مگر مشعل کے فیصلے نے خود بخود تمام سوال حل کر ڈالے۔ سیف حیران تھا دعاؤں کی مستجابی سے مشعل کے احسان کے بوجھ سے اس کی نظریں جھکی جا رہی تھیں گو کہ وہ سمن سے بہت محبت کرتا تھا مگر بڑی مشکل سے وہ شادی کے لئے آمادہ ہوا مگر مشعل کے سمجھانے کا انداز اس قدر پرزور تھا کہ وہ ہار مان گیا کیوں نہ مانتا اسی میں تو اس کی خوشی تھی اس کی نگاہ میں مشعل کا درجہ اس قدر بلند ہو گیا تھا کہ اس تک رسائی مشکل تھی۔

اس نے وعدہ کیا کہ وہ سفیان کی شادی برادری سے باہر کرے گا۔ ماحول یکایک نکھر گیا یوں لگا کہ کئی برسوں کے بعد بہاریں آئی ہیں ہر سو اطمینان پھیلا ہوا تھا، سمن کی وہ خلش کہ یہ اس کا گھر نہیں، ان پر بوجھ ہے قطعی ختم ہو گئی تھی۔ یہ اب اس کا اپنا گھر تھا وہ مشعل کی پہلے سے کہیں بڑھ کر گرویدہ ہو چکی تھی اس کی قربانی نے اس کو تمام عمر کی تباہی سے بچا لیا تھا۔

"سمن تم کبھی بی بی مشعل سے رقابت کا جذبہ اپنے دل میں نہ لانا اگر ایسا ہوا تو ہم تم سے متنفر بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کی جو حیثیت ہمارے دل میں ہے وہ اتنی عظیم ہے جس کی جگہ ہماری تم سے شدید محبت بھی نہیں لے سکتی۔"

"میں یہاں آپ کی نہیں بی بی مشعل کی خوشی کی خاطر آئی ہوں ان کے احسانات کے بدلے اگر مجھے ان کے پیر بھی دھو دھو کر پینے پڑے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، بی بی مشعل کی خوشی مجھے اپنی زندگی سے بڑھ کر عزیز ہے۔" سمن خوشدلی سے گویا ہوئی۔

اس کمرے کا ماحول بہت خوابناک تھا مگر وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر اپنی محسنہ کی قدم بوسی کے لئے جہاں آئے وہاں ہر طرف نور ہی نور تھا۔

مشعل جائے نماز بچھائے نماز پڑھنے میں پوری دلجمعی کے ساتھ محو تھی۔ سفیان قریب ہی تکیے زمین پر رکھے نیند کی وادیوں میں گم کسی دلکش حسین خواب کے زیر اثر مسکرا رہا تھا اسے پتا بھی نہ چلا کہ وہ دونوں احسان مند ایثار کی اس دیوی کو خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں سجدہ کرتے دیکھ کر اپنی پلکوں سے ڈھلکنے والے اشکوں کو تول رہے تھے جو مشعل کی محبت اور اس کی بے پناہ ریاضتوں کے مقابلے میں بہت کم مایہ تھے۔